# فاتح قادیان

فاتح قادیان

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

# پہلے مجھے دیکھئے!

رسالہ ہذا اسی انعامی رقم مبلغ تین سو روپیہ میں سے چھپ کر مفت تقسیم ہوا تھا۔ جو اس مباحثہ میں فتحیاب ہونے کی وجہ سے مولانا ابو لوفاء کو حسب وعدہ مرزائی گروہ سے وصول ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی کئی ایک دفعہ چھپا۔ یہاں تک کہ اب چھٹا ایڈیشن ناظرین کے سامنے پیش ہے۔

## دیباچہ.

ناظرین کو معلوم ہوگا۔ مرزا قادیانی آنجہانی کی زندگی میں انکا اور مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کا مقابلہ کس نوعیت سے تھا۔ یہی کہ مولانا صاحب ان کے کمالات کا اظہار ان کے اصلی الفاظ میں کرتے ہیں۔ یعنی ان کے الہامات متعلقہ اخبار غیبیہ جو ان کے حق میں مدار کار ٹھہرائے جاتے تھے۔ ان کی تنقید کرتے جس کی مثال میں رسالہ ”الہامات مرزا“ ایک عمدہ نمونہ ہے۔ مرزا قادیانی اس نوعیت سے بہت گھبرائے۔ تو انہوں نے مندرجہ ذیل اشتہار دیا:

## مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! ”نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم یستنبؤنك احق هو قل ای وربی انه لحق“ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب ”السلام علیٰ من اتبع الهدیٰ“ مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری

تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب۔ دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں۔ اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون' ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی ہی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہامی وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! مگر اے میرے کامل اور صادق خدا!! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے۔ حق پر نہیں

تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین! میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں۔ جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت: ”لاتقف مالیس لك به علم“ پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے کہ یہ شخص در حقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعے سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس سے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی ہی میں دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين آمین! بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے۔

مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایّد

مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹

اس اشتہار نے مولانا ابو الوفا پر کیا اثر کیا؟ یہ کہ پہلے تو وہ اخبار اہلحدیث میں کبھی کبھی مرزا قادیانی کے مشن کے متعلق لکھا کرتے تھے۔ اب تو انہوں نے ایک مستقل رسالہ ماہوار اسی غرض سے جاری کیا۔ جس کا نام تھا "مرقع قادیانی" جس میں خاص مرزائی مشن کا ذکر ہوتا اور بس!

مرزا قادیانی کے اشتہار مذکور کا نتیجہ کیا ہوا؟ بیان کی حاجت نہیں کہ کاذب صادق کی زندگی میں اس جہان سے چلا گیا۔ مگر مرزا قادیانی کے مرید عناد سے اس اشتہار کو نظر انداز کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا کے علم میں جو وقت اس مسئلہ کے کھلے فیصلے کا تھا آگیا۔ یعنی منشی قاسم علی قادیانی جو قادیانی جماعت میں بولنے اور لکھنے والے جوشیلے ممبر ہیں۔ مولانا ابو الوفا کے سامنے اس غرض سے آئے کہ ان سے اس اشتہار کے متعلق مباحثہ کریں۔ چنانچہ منشی صاحب نے اپنے اخبار "الحق" میں مولانا موصوف کو چیلنج دیا۔ جس کو انہوں نے اخبار اہل حدیث یکم مارچ ۱۹۱۲ء میں قبول کیا۔ اس کے بعد شرائط کے متعلق ترمیم پر معمولی سا اختلاف ہو کر فیصلہ ہوا۔ بڑی شرائط حسب ذیل ہیں۔

الف......... مباحثہ تحریری ہوگا۔

ب......... ایک منصف محمدی ﷺ دوسرا احمدی (مرزائی) تیسرا غیر مسلم، مسلّم الطرفین سرپنچ۔

ج......... دونوں منصفوں میں اختلاف ہو تو سرپنچ جس منصف کے ساتھ متفق ہوں گے وہ فیصلہ ناطق ہوگا۔

د......... کل تحریریں پانچ ہوں گی۔ تین مدعی کی اور دو مدعا علیہ کی۔

ہ......... مولانا ابو الوفا مدعی اور منشی قاسم علی مدعا علیہ ہوں گے۔

و......... مدعی کے حق میں فیصلہ ہو تو مدعا علیہ مبلغ تین سو روپیہ بطور انعام یا تاوان مدعی کو دے گا مدعا علیہ غالب۔ تو اس کو مدعی کچھ نہیں دے گا۔ غرض رقم ایک طرف سے ہوگی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منشی قاسم علی اور ان کے دوستوں کو کامیابی کا کہاں تک یقین تھا؟ خیر بہر حال ۱۵اپریل ۱۹۱۲ء کی تاریخ مباحثہ کے لئے مقرر ہوئی۔ اور مقام مباحثہ خود منشی قاسم علی کی تجویز سے شہر لدھیانہ قرار پایا۔

## ایک لطیفہ اور قدرتی اسرار

واقعی بات ہے کہ خدا کے اسرار خدا ہی جانتا ہے۔ اشتہار مذکورہ کی تاریخ بھی ۱۵ اپریل اور اس پر مباحثہ کے لئے بھی ۱۵اپریل ہی کا اتفاق ہوا۔ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ محدثین کہتے ہیں کہ باب لد شام کے ملک میں ایک مقام ہے۔ مگر مرزا قادیانی چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے اور پنجاب کے باشندے اور پنجاب سے باہر نہ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس حدیث کی تاویل ایسی کی جس سے شہر لدھیانہ کی فضیلت بھی ثابت ہوسکتی ہے اور اس مناظرہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے:

”اول بلدة بايعنى الناس فيها اسمها لودهانة وهى اول ارض قامت شر فيها لا هانة فلما كانت بيعت المخلصين حربة لقتل الدجال اللعين باشاعت الحق المبين اشيرفى الحديث ان المسيح يقتل الدجال علىٰ باب اللدبا الضربة الواحدة فاللدمخلص من لودهيانة كمالا يخفى على ذوى الفطنة۔ رساله الهدىٰ والتبصرة لمن يراه حاشيه ص۹۲‘ خزائن ج۱۸ حاشيه ص۳٤۱“

یعنی سب سے پہلے میرے ساتھ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تھی۔ جو دجال کے قتل کے لئے ایک حربہ (ہتھیار) تھی اسی لئے حدیث میں آیا ہے۔ کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کرے گا۔ پس لد دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے۔

مرزا قادیانی نے لدھیانہ میں کس دجال کو قتل کیا؟۔ اس کا تو ہمیں علم نہیں وہ

جانیں یا ان کے مرید۔ ہاں اس سے یہ تو بخوبی ثابت ہوا کہ لدھیانہ کا مقام منتخب ہونا اور فریق ثانی کی تجویز سے ہونا واقعی سر قدرت اپنے اندر رکھتا ہے کہ بقول مرزا قادیانی یہاں دجال قتل ہونا تھا۔

خیر ۱۵ اپریل ۱۹۱۲ء کو صرف اتنا کام ہوا کہ مبلغ تین صد روپیہ امین صاحب کے سپرد ہوا۔ امانت کے عہدہ کے لئے جناب مولانا محمد حسن صاحب مرحوم رئیس لدھیانہ سے بہتر کوئی نام نہ مل سکتا تھا۔ ہماری جانب سے مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی منصف مقرر ہوئے۔ ان کی جانب سے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروزپور۔

سرپنچ کے متعلق بہت سی گفتگو ہوئی۔ آخر کار یہ خدمت سردار چمن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ پلیڈر لدھیانہ کے سپرد ہوئی۔ جناب موصوف نے بڑی مہربانی سے اس کو قبول فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ سرپنچی کا حق پورا ادا کیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء کو ۳ بجے بعد دوپہر کے مباحثہ شروع ہوا۔ فریقین کے چالیس چالیس آدمی داخل یا شامل مباحثہ ہونے تجویز ہوئے تھے مگر آخر کار کوئی روک نہ رہی تو بہت سے لوگ آگئے۔ گفتگو میں کسی طرح کی بے امنی نہ ہوئی۔ منصف صاحبان نے جلسہ کا انتظام بخوبی رکھا۔ فریقین کی یہی خواہش معلوم ہوتی تھی کہ گفتگو امن و امان سے ہو۔ چنانچہ کسی طرح کی بے لطفی نہ ہوئی۔ ۳ بجے سے ۹ بجے شب تک جلسہ رہا۔ بحمد اللہ!

## مرزائی فریق اور ان کے منصف کی خلاف ورزی

بحمد اللہ! ہماری کسی حرکت و سکون پر فریق ثانی کو اعتراض نہیں ہوا۔ مگر افسوس انہوں نے ہم کو بہت سے اعتراضات کا اخلاقی طور پر موقع دیا جو ایک مہذب جماعت کی شان سے بعید ہی نہیں بلکہ بعید تر ہے۔

اول : منشی قاسم علی صاحب نے پہلے ہی پرچہ میں ایک عبارت اپنی اور مرزا قادیانی کی نسبت پڑھی جس پر مولانا ابو الوفاء کو شبہ ہوا کہ یہ تحریر میں نہ ہوگی۔ چنانچہ پرچہ حاصل

کر کے مولانا نے اس عبارت کی بابت سوال کیا تو جواب ملا کہ ہم نے زبانی کہی تھی۔ اس پر منصف صاحبان کی خدمت میں استغاثہ ہوا۔ کہ معاہدہ یہ ہے کہ کوئی لفظ زبانی نہ ہو۔ اس لئے فریق ثانی تحریری معافی مانگے۔ مگر منشی فرزند علی صاحب منصف مرزائی (احمدی) کی سفارش پر اتنے ہی پر کفایت ہوئی کہ نظر انداز کیجئے۔

دوم: شرط مقرر تھی کہ کل بحث کے پانچ پرچے ہونگے۔ مگر فریق ثانی نے بعد برخاستگی جلسہ (خدا معلوم کس روز اور کس وقت) چھٹا پرچہ بہت بڑا سرپنچ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ جو انہوں نے بروقت فیصلہ مولانا ابوالوفا کو دکھلادیا۔ جس پر مولانا نے اعتراض کیا اور شامل مثل نہ ہونے دیا۔ اس پرچہ میں بعض الفاظ خلاف نشان بھی درج تھے۔

سوم: منشی فرزند علی صاحب نے فیصلہ تو جو دیا وہ آگے درج ہوگا۔ مگر خلاف شان یہ بات کہ ۱۷ اپریل کی شب کو انہوں نے وعدہ کیا کہ میں صبح فیصلہ دے کر جاؤں گا۔ مگر جس کا ایفاء انہوں نے یہ کیا کہ صبح چھ بجے چلے گئے مگر فیصلہ نہ دے گئے۔ بلکہ ۲۰ اپریل کو ۴ بجے انکا فیصلہ سرپنچ کے پاس آیا جب کہ مولانا صاحب اور ان کے رفقاء بہت بے تاب ہو کر واپسی کے لئے اسٹیشن لدھیانہ پر آگئے تھے اتنے میں ایک آدمی بھاگتے ہوئے آیا۔ کہ مت جاؤ فیصلہ آگیا ہے۔

چہارم: شرط یہ تھی کہ دونوں منصف خدا کی قسم کھا کر حلفیہ فیصلہ لکھیں گے اور یہ شرط فریق ثانی یعنی احمدی (مرزائی) فریق ہی کی تجویز کردہ تھی۔ مولانا صاحب اس بات سے انکاری تھے کہ اس کی ضرورت نہیں۔ مگر فریق ثانی نے اسکو بہت ضروری سمجھا۔ یہاں تک کہ شرط میں یہ بڑھایا گیا کہ اگر بغیر حلف فیصلہ ہوگا۔ تو بے وقعت سمجھا جائے گا۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ منشی فرزند علی صاحب منصف مرزائی (احمدی) نے اپنے فیصلہ میں حلف نہیں لکھی تاہم مولانا صاحب نے سرپنچ صاحب کو کہا کہ میں ان کی بے حلفی کو بھی منظور کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ منشی صاحب جیسے مہذب اور فرائض شناس تعلیمیافتہ مرزائی

نے یہ بے اعتدالیاں کیوں کیں ؟اس کا جواب ان کا فیصلہ ہی دے سکتا ہے۔ جو آگے درج ہوگا جس کا مختصر مضمون یہ ہے :

رشتہ درگردنم افگندہ دوست
مے بردہر جاکہ خاطر خواہ اوست

بہر حال مولانا صاحب کی تقریر شروع ہوتی ہے۔ خاکسار
مولوی رضااللہ ثنائی سرگودھا

# بیان مدعی

# یعنی مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کا

## پرچہ نمبر اول

صاحبان! آج مباحثہ مندرجہ ذیل مضامین پر ہے :

۱............ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا قادیانی نے دیا تھا۔

۲............ خدا نے دعا مندرجہ اشتہار مذکورہ کی قبولیت کا الہام کر دیا تھا۔

صاحبان! مرزا قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا۔ جس کی پیشانی پر لکھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اس کے اندر یہ دعا کی۔

"اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر............ میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ صاحب میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں در حقیقت مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔"

اس دعا کے بعد جناب ممدوح نے یہ لکھا ہے: ”اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹) اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے دو دفعہ فیصلہ کا لفظ لکھا ہے۔ فیصلہ بھی کسی ذاتی معاملہ کا نہیں بلکہ اس معاملہ کا جس کے لئے بقول ان کے خدا نے ان کو مامور کیا تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں: ”چونکہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں۔“ اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سلسلہ رسالت و نبوت میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے کہ کسی نبی یا مامور نے کسی معاملہ آلہیہ میں از خود ایسی تحدّی اور فیصلہ کی صورت شائع کی ہو جس کی تحریک خدا کی جانب سے نہ ہو۔ ہرگز اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس لئے کہ اس قسم کے فیصلہ کا اثر اس کے مشن پر پہنچتا ہوتا ہے جس کی تبلیغ کیلئے نبی کو خدا مامور کر کے بھیجتا ہے۔ چنانچہ جناب ممدوح اسی اشتہار میں لکھتے ہیں:

”اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔

مہربانی سے منصف صاحبان سارا اشتہار ایک دفعہ پڑھنے کی تکلیف گوارا فرماویں کوئی ایسا معاہدہ یا اعلان کوئی نبی خدا کی تحریک کے بغیر نہیں کر سکتا جس کا اثر اس کے اس مشن پر پڑے جس کیلئے وہ مامور ہو کر آیا ہو۔ قرآن مجید میں اس دعویٰ کے ثبوت کی بہت سی آیات ہیں۔ منجملہ چند ایک یہ ہیں:

(۱)...... ”ماکان لرسول ان یأتی بایة الا باذن اللّٰه۰ الرعد۳۸“
(۲)...... ”لوتقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین۰ معارج۴۵“
(۳)...... ”لیس لك من الامر شیی۰ آل عمران۱۲۸“ (۴)...... ”ان الحکم الا للّٰه۰ انعام۵۷“ (۵)...... ”ان اتبع الا مایوحیٰ الی۰ انعام۵۰“ (۶)...... ”وما ینطق عن الهویٰ ان هوالا وحی یوحیٰ۰ النجم۳،۴“

ترجمہ: (۱)...... کسی رسول کی طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشان لاوے۔ (۲)...... نبی اگر خدا کے ذمہ کوئی بات از خود کہہ دے تو خدا اس کو ہلاک کر دے۔

(۳)...... اے نبی تجھے اختیار نہیں۔ (۴)...... حکم اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ (۵)...... میں (نبی) اس کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔ (۶)...... نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو کچھ وحی ہوتی ہے وہی کہتا ہے۔

ان آیات میں جو پچھلی آیت ہے۔ صرف قرآن مجید ہی کی آیت نہیں بلکہ جناب مرزا قادیانی کا الہام بھی ہے۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر ۲ ص ۳۶ سطر ۲۱، اربعین نمبر ۳ ص ۳۶ سطر ۳ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ دینی معاملہ میں کوئی بات خدا کی وحی کے بغیر نہیں کہتے جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ خدا کی وحی ہوتی ہے یہی معنی اس فقرہ کے بطور الہام مرزا قادیانی ہوں گے کہ مرزا قادیانی کسی دینی معاملہ میں خدا کی تحریک کے بغیر نہیں بولتے۔ مختصر یہ ہے کہ مامور بحیثیت مامور مجبور ہے کہ کوئی بات دینی معاملہ میں ایسی نہ کہے خصوصاً کسی امر کہ کفر اور اسلام میں فیصلہ کن قرار نہ دے جب تک خدا کی طرف سے اجازت نہ ہو۔

یہاں تک تو میں نے عموماتِ قرآنیہ اور الہامات مرزائیہ سے استدلال کیا ہے اب میں خصوصاً اس امر کے متعلق عرض کرتا ہوں جس میں نزاع ہے۔ جناب مرزا قادیانی نے ۱۵ اپریل کو اشتہار مذکور شائع کیا۔ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ کے اخبار بدر میں ان کے الفاظ یہ شائع ہوئے۔

**ثناء اللہ** : مرزا قادیانی نے فرمایا: ”یہ زمانہ کے عجائبات ہیں۔ رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے۔ کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا: ”اجیب دعوۃ الداع ۔“ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامات استجابت دعا ہے۔ باقی سب اس کی شاخیں۔

(ملفوظات ج ۹ ص ۲۷۰)

ان الفاظ سے میرے دونوں دعوے ثابت ہوتے ہیں: (الف)......اس دعا کی بنیاد خدا کی طرف سے تھی جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا زیبا ہے کہ خدا کے مخفی حکم اور منشاء سے تھی۔ (ب)......اس دعا کی قبولیت کا وعدہ تھا اگرچہ اثبات مدعا کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔ مگر میں اس کو ذرا اور تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں۔

مرزا قادیانی کا عام طور پر الہام ہے کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے: ” اجیب کل دعائك الافی شرکائك . “[۱] یہ بھی دعویٰ ہے کہ میرا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے۔ چنانچہ ان کے آرگن رسالہ ریویو ج۶ نمبر۵ ص ۹۲ بابت مئی ۱۹۰۷ء سے نقل کرتا ہوں۔

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) دعا کی قبولیت کا ایک ایسا قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں جو آج دنیا بھر میں کسی مذہب کا کوئی ماننے والا پیش نہیں کر سکتا اور وہ ثبوت یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہیں اور اس دعا کا جواب پاتے ہیں اور جو کچھ جواب میں ان کو بتایا جاتا ہے۔ اس کو قبل از وقت شائع کر دیتے ہیں۔ پھر ان شائع شدہ امور کے بعد واقعات تائید کرتے ہیں اور یہ تائید ایسی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی انسانی کوشش اور منصوبہ پہنچ نہیں سکتا اور ایسے ہی اعجازی اور فوق الطاقت طور پر وہ امر ظہور پذیر ہوتا ہے وہ مدت سے بات کو شائع کر رہے ہیں کہ ان کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔“

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی کے اشتہار ۱۵ اپریل میں یہ فقرہ بھی ہے کہ: ”یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں۔“ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت مرزا قادیانی کو اس تحریک الٰہی کا علم نہ تھا۔ جس نے مخفی طور پر ان کے قلب پر یہ اثر کیا تھا جس وقت انہوں نے یہ اشتہار دیا۔ لیکن بعد میں جب ان کو خدا کی طرف سے بتلایا گیا۔ تو

---

[۱] میں (خدا) تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا سوا تیرے شریکوں کے حق میں۔
(تریاق القلوب ص ۳۸ خزائن ج ۱۵ ص ۲۱۰)

انہوں نے اعلان کیا کہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے۔ میری اس تطبیق کی قطعی دلیل مرزا قادیانی کی وہ تحریر ہے جو میرے خط کے جواب میں بذریعہ ڈاک میرے پاس پہنچنے کے علاوہ اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں چھپی تھی۔ جس میں یہ الفاظ ہیں :

”مشیت ایزدی نے حضرت حجت اللہ (مرزا قادیانی) کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔“ (ص ۲ کالم ۱)

اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اس دعا کی تحریک ان کے دل میں خدا نے کی تھی۔ یہی معنی ہیں خدا کے حکم سے ہونے کے۔ ممکن ہے اس وقت جناب ممدوح کو اس کا علم نہ ہوا۔ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۰، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۰) اس لئے ممدوح نے تحریر اول میں نفی فرمائی۔ لیکن بعد کے الہامات اور علامات خداوندی سے ان کو معلوم ہوا کہ اس کی تحریک خدا کی طرف سے تھی اور اس کی قبولیت کا وعدہ بھی تھا۔ انہوں نے کھلے الفاظ میں اظہار کیا کہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے۔ بلکہ اس کی قبولیت کا الہام بھی شائع کیا: ” اجیب دعوۃ الداع ۔ “اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے میں دعا کرنیوالے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ مرزا قادیانی کی توجہ پر یہ الہام ہونا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ جناب موصوف کو اس دعا کی قبولیت کا الہام قطعی ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کے اعتقاد میں الہام بالفاظ قرآنی ہو تو بہت زیادہ قوت رکھتا ہے۔ بہ نسبت دیگر الفاظ کے الہام مذکور چونکہ الفاظ قرآنی میں ہے اس لئے قطعی قبولیت کو ثابت کرتا ہے۔ فریق ثانی کو میری یہ تطبیق پسند نہ ہو تو اس اثبات و نفی میں تطبیق دینا ان کا فرض اول ہے۔ کیونکہ وہ مرزا قادیانی کے مصدق ہیں اور قرآن میں غلط الہامات کی علامات یہی مذکور ہے کہ ان میں نفی اثبات کا اختلاف ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قائل ایک کلام میں کاذب ثابت ہوتا ہے۔ پس فریق ثانی کا بحیثیت مصدق فرض ہے کہ اس اختلاف میں بپابندی قواعد علمیہ و اصول مسلمہ محدثین و مبصرین تطبیق دے ابوالوفاء ثناء اللہ بقلم خود!

# جواب دعویٰ

# یعنی منشی قاسم علی احمدی قادیانی کا پرچہ نمبر اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم رب یسر وتمم بالخیر!

جناب مولوی فاضل صاحب نے اپنے مضمون کو جس تمہید سے شروع کیا ہے اس سے نفس دعویٰ مولوی صاحب کو کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام وعظ و لیکچرار اس دعویٰ کو کہ :"۱۵اپریل والا اشتہار مرزا قادیانی نے بحکم خداوندیا تھااور دعا مندرجہ اشتہار مذکور کی قبولیت کا خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔" کسی طرح بھی ثابت نہیں کرتا۔

مولوی صاحب یعنی مدعی کا فرض تھا کہ وہ اپنا دعویٰ دو طرح سے ثابت فرماتے اول ایسا حکم منجانب اللہ وہ اس اشتہار کے متعلق پیش کرتے جس میں مرزا قادیانی کو خدا نے یہ حکم دیا ہوتا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور میں پیش کرو۔ یا مرزا قادیانی نے کہیں فرمایا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵اپریل ۱۹۰۷ء میں نے حسب الحکم خداوند کریم شائع کیا ہے۔ جبکہ یہ دونوں صورتیں مولوی صاحب نے پیش نہیں فرمائی ہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ دعویٰ کس طرح ثابت ہو گیا کہ ۱۵اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ کوئی حکم خداوندی اس کے متعلق موجود ہے۔ نہ مولوی صاحب نے ایسا حکم پیش فرمایا ہے۔ ہاں مولوی صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اس امر کے متعلق دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ جو ایک تو بدر مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی ہے دوسری بدر ۱۳جون ۱۹۰۷ء کی جس سے آپ نے بخیال خود یہ ثابت فرمایا کہ ۱۵اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور وہ دلیلیں یہ ہیں :

(۱)............ ۲۵اپریل کے بدر میں مرزا قادیانی کی کلام شائع ہوئی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ فرمایا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ در اصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

(۲)........... ۱۳ جون کے بدر میں جو خط ایڈیٹر صاحب بدر نے بجواب مولوی صاحب شائع کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ :

"مشیت ایزدی نے حضرت مرزا قادیانی کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔"

ان دونوں دلیلوں سے اپنا دعویٰ آپ اس طرح ثابت فرماتے ہیں کہ چونکہ اشتہار ۱۵ اپریل میں والے کے بعد ۲۵ اپریل کے بدر میں مرزا قادیانی نے ایسا فرمایا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پس بعد شائع کر دینے اشتہار کے مرزا قادیانی کو خدا نے بتا دیا کہ یہ اشتہار میرے حکم سے ہے۔ سو اس کا جواب تو یہ ہے کہ :

دعویٰ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی دیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشتہار دینے سے پہلے وہ حکم مرزا قادیانی کو ملا ہو گا جس کی بنا پر اشتہار دیا گیا اور عقل بھی اس کی مقتضی ہے کہ حکم پہلے ہو تعمیل اسکے بعد میں ہونی چاہیئے مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں تعمیل تو پہلے ہی مرزا قادیانی نے کر دی تھی۔ گو حکم بخیال مولوی صاحب ۱۵ اپریل والی تعمیل کا ۲۵ کو بعد میں صادر ہوا تھا۔ حیرت ہے کہ ایسی نظیر غالباً کسی جگہ نہیں ملے گی کہ حکم سے پہلے ہی تعمیل ہو جائے اور حکم تعمیل کو دیکھنے کے بعد حاکم کی طرف سے صادر ہو۔

بہر حال مولوی صاحب یہ خود مانتے ہیں کہ اشتہار ۱۵ اپریل والے میں تو بیشک یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اشتہار کسی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ میری طرف سے بصورت درخواست یا عرضی کے ہے اور یہ بھی مولوی صاحب تسلیم فرماتے ہیں کہ جس وقت اشتہار دیا گیا اس وقت تو ان کو یہ علم نہیں تھا کہ میں خدا کے کسی حکم کی تعمیل کر رہا ہوں بعد تعمیل حکم حاکم نے ان کو بتایا کہ یہ ہمارے حکم سے تم نے اعلان کیا ہے پھر مرزا قادیانی نے بھی فوراً شائع فرما دیا کہ یہ درخواست میری خدا کے حکم کے مطابق ہے جس کا آج پتہ لگا ہے۔ سبحان اللہ! کیا عجیب

استدلال ہے کہ حکم دس روز بعد دیا جائے یا دس روز بعد اس کا پتہ لگے مگر ملازم یا خادم قبل صدور حکم کی تعمیل کر کے رکھ دے۔ لہذا یہ استدلال دعویٰ مولوی صاحب کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ اس میں کہیں یہ بھی تو نہیں لکھا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی دیا گیا ہے ۲۵ اپریل کے بعد میں صرف اتنا لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ ۱۵ اپریل والے اشتہار میں لکھا جانا اس میں کہاں درج ہے۔ دعویٰ تو ۱۵ اپریل والے اشتہار کے متعلق ہے جو خاص ہے اور دلیل ایک عام پیش کرتے ہیں جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوم تقریر سے پیشتر جو لکھا گیا ہے اس کا منجانب اللہ بنیاد رکھا جانا بتایا ہے۔ دوم ۱۳ جون والے بدر میں جو لفظ "مشیت ایزدی" ہے اس سے مولوی صاحب اس اشتہار کا بحکم خداوندی دیا جانا ثابت کرتے ہیں۔ جو یہ بھی درست نہیں مشیت ایزدی کو تو رضا الٰہی بھی مستلزم نہیں۔ چہ جائیکہ وہ حکم خداوندی ہو۔ مولوی صاحب نے ترک اسلام کے ص ۳۵ پر مشیت اللہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ :

"مشیت اللہ خدا کے قانون مجریہ کا نام ہے۔ جو خدا کی رضا کو مستلزم نہیں۔"

ص ۳۵ اور ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ زانی زنا کرتا ہے تو اس کی مشیت سے کرتا ہے چور چوری کرتا ہے تو اس کے قانون سے کرتا ہے۔"

پھر میں نہیں سمجھتا کہ مشیت ایزدی کو رضا الٰہی کا لازم نہ ہونا مان کر بھی صرف لفظ مشیت ایزدی سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا جائے کہ یہ اشتہار بحکم خداوندی تھا مشیت ایزدی سے تو زنا اور چوری بھی منسوب ہو سکتی ہے۔ اگر مرزا صاحب کے اشتہار مشیت ایزدی سے دیا جانا لکھا ہے تو اس کو رضا الٰہی کیوں سمجھ لیا گیا۔ والسلام!

اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل مرزا قادیانی کے اشتہار ۱۵ اپریل والے کے متعلق ہے تو بے شک اس میں مولوی صاحب سچے ہوں گے اور میں جھوٹا ہوا۔ کیونکہ جب خدا نے ہی اشتہار اپنے حکم سے دلوایا اور پھر اس کے متعلق منظوری کا

اعلان بھی کر دیا تو ایسی صورت میں مرزا صاحب ہی کا معاذ اللہ[1] جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

پس نہ تو بدر مورخہ ۲۵ اپریل سے یہ ثابت ہوا کہ وہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا نہ ۱۳ جون کے لفظ مشیت سے یہ مدعا نکلا کیونکہ مشیت میں رضاء الٰہی کی ضرورت نہیں تو پھر حکم کیسا؟۔ دوسرا دعویٰ کہ اس کی قبولیت کا الہام ہو چکا تھا نہ ہی مرزا قادیانی کی اس ڈائری مندرجہ بدر مورخہ ۲۵ اپریل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ: "اجیب دعوۃ ." "پس خدا نے دعا قبول فرمالی۔ گویا اب مکمل تعمیل ہو گئی۔ پہلے تو خدا کے حکم سے اشتہار دیا پھر خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام بھی کر دیا۔ فیصلہ شد۔ مگر میں اس کو سراسر واقعات کے خلاف ثابت کرتا ہوں۔

(۱)........... یہ تمام مغالطہ مولوی صاحب کو اس ڈائری کے ۲۵ اپریل والے بدر میں شائع ہونے سے پیدا ہوا ہے جو کہ دراصل ۲۵ اپریل کی نہیں اس لئے ۲۵ اپریل کے بدر میں جو تقریر مرزا قادیانی کی ڈائری سے مولوی صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے وہ دراصل ۲۵ اپریل کی نہیں بلکہ ۱۴ اپریل کی ہے جو اشتہار سے ایک روز پیشتر کی ہے جس حالت میں کہ اشتہار اس تقریر سے پہلے لکھا ہی نہیں گیا تھا تو اس کی نسبت تقریر ایک روز پہلے کی ہے۔ کیونکر ہو سکتی ہے۔ اشتہار ۱۵ اپریل کو ہی لکھا اور ۱۸ اپریل کو شائع کیا۔ ڈائری مذکور ۱۴ اپریل کی اور الہام مذکور ۱۳ اور ۱۴ اپریل کی درمیانی شب کا ہے تو گویا نہ الہام کے وقت نہ اس تقریر کے وقت جو ۱۴ اپریل بعد عصر کے ہے۔ یہ اشتہار لکھا تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس تقریر کا تعلق اس تحریر سے ہے جو تقریر سے ایک روز اور الہام سے قریباً دو روز بعد کہی گئی۔ باقی میں دوسرے پرچہ میں لکھوں گا۔ مولوی صاحب نے جو دلائل علاوہ ازیں لکھنے ہوں وہ بھی لکھ دیں۔ کیونکہ مجھے پھر بجز دوسرے پرچہ کے جواب کا موقعہ ان کے متعلق نہیں ہو سکتا۔

(قاسم علی ۱۷ اپریل ۱۲ء)

---

[1] ابھی معاذ اللہ باقی ہے۔ (منیجر)

# پرچہ مدعی نمبر ۲

## یعنی ثنائی پرچہ نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی ! جناب منصف صاحبان و منشی قاسم علی صاحب میری تمہید کو آپ نے بے تعلق بتلایا۔ حالانکہ وہ ایک عام قانون کی شکل میں تھی جس کے پیچھے تمام دنیا کی جزئیات داخل ہوا کرتی ہیں۔ یہ طریقہ قانون اور شریعت دونوں میں مروج ہے۔ بہر حال جو کچھ آپ سے بن پڑا کہا۔ آپ نے زور دیا کہ ۲۵ کے بدر میں ۱۴ تاریخ کی ڈائری ہے مگر میرے مخاطب صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ ثناء اللہ کی بابت جو لکھا گیا جس کی قبولیت کا جناب باری تعالیٰ نے مرزا قادیانی سے وعدہ فرمایا تھا اس کا نشان نہیں دیا۔ میرے مخاطب کا فرض تھا کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری والا مضمون بتلاتے۔ ان ڈائری نویسوں کا تو یہ حال ہے کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری لکھ کر صفحہ ۸ پر ۱۱ تاریخ کی لکھ دی۔ اگر دنیا میں کوئی مقام ایسا ہے کہ ۱۵ اور ۱۴ تاریخ کے بعد ۱۱ آتی ہو تو یہ بھی علی الترتیب ہو سکتی ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ اشتہاروں کے لکھنے کا اور اشاعت کا طریق کیا ہوتا ہے ۱۵ تاریخ کا اشتہار ہے اور ۱۷ تاریخ کے الحکم میں شائع ہوتا ہے۔ اخباروں کے مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اخبار ہندوستان وطن وغیرہ کی تاریخ اشاعت جمعہ ہے مگر عموماً جمعرات کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہذا ۱۷ تاریخ کے الحکم کو ایک روز آنے میں دیر ہوئی ہوگی یہ سب ڈائری ملا کر ۱۴ کی ڈائری اسی اخبار الحکم میں لکھی گئی ہوگی اور وہ مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی ہے۔ بھلا خود فرمایئے کہ ۱۵ کا اشتہار کتابت کب ہوا۔ پریس میں کب گیا اور پھر کب چھپ کر تیار ہوا؟۔

۱۸ تاریخ والا اخبار کم سے کم ۱۲ تاریخ کو لکھا جاتا ہے۔ خصوصاً جناب مرزا قادیانی کی طرز تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ جناب ممدوح اپنے مسودوں کو دو دو چار چار مہینے پہلے لکھا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پیغام صلح جو لاہور میں ان کے انتقال کے بعد پڑھا گیا تھا۔

خواجہ کمال الدین کو چند متفرق یاداشتوں کی صورت میں نوٹ ملے تھے۔ علاوہ اس کے جناب موصوف کی یہ بھی عادت تھی کہ مضمون میں بہت کچھ ردوبدل کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پتھر پر بھی کانٹ چھانٹ کرتے تھے۔ پریس کا تجربہ رکھنے والے اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مصنف کی عبارت کی نوعیت اسوقت تک نہیں بدلتی جبتک کہ کانٹا چھانٹا نہ جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشیت اللہ سے تمام کاروبار ہوتے ہیں ۔ چوری کرنا، زنا وغیرہ سب پر ہوتا ہے تو کس طرح استدلال کر سکتے ہو۔ میرے دوست خط کے الفاظ سامنے ہیں۔ میں اپنے خط کا مختصر مضمون پہلے سناتا ہوں۔ مرزا قادیانی نے اشتہار دیا تھا کہ میں نے کتاب حقیقت الوحی لکھی ہے۔ اس میں مباہلہ کے لئے تمام عالموں کو دعوت دی ہے اور شرائط مفصل لکھی ہیں۔ جس کو وہ کتاب نہ ملی ہو وہ منگوا لے۔ چونکہ اس میں میرا ذکر بھی تھا۔ اس لئے میں نے عریضہ لکھا کہ کتاب مذکورہ بھیجئے تاکہ حسب منشاء آپ کے مباہلہ کی تیاری کروں۔ اس خط کا جواب آیا کہ آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ ۳ جون ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا......

...... یہ الفاظ مفتی محمد صادق صاحب کے بحیثیت سررشتہ دار مرزا قادیانی کے ہیں۔ گو میرے دوست نے یہ کھلے لفظوں میں نہیں کہا کہ یہ خط مفتی صاحب کا ہے مرزا قادیانی کا نہیں لیکن بطور پیش بندی کہتا ہوں کہ خط مذکور بطور سررشتہ داری کے ہے۔ ورنہ میرے مخاطب تو مرزا قادیانی تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اسوقت ظاہر کیا گیا تھا جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔ تاکہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا اور حضرت حجتہ اللہ مرزا قادیانی کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا۔"

منشی صاحب اس تحریک کو جو مشیت خداوندی نے مرزا قادیانی کے دل میں ہوئی

دنیا کی دوسری باتوں سے مشابہت دیتے ہیں میں ایسا کرتا تو مجھ سے بد تہذیبی کی وجہ سے معافی منگائی جاتی۔

میرے دوست ! ایک ایسا بزرگ اور مدعی جس کا دعویٰ ہے :" انا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی ۔ "میں خاتم الاولیاء ولیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ (خطبہ الہامیہ ص ۷۰' خزائن ج ۱۶ ص ۷۰) جس کا یہ وعدے ہے کہ میرا قدم ایسے منارے پر ہے جس پر سب بلندیاں ختم ہو چکیں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۷۵' خزائن ج ۱۶ ص ۷۰) جس کا یہ دعویٰ ہو کہ میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔ جس کا یہ دعویٰ ہو کہ دعا کا قبول ہونا اول علامت اولیاء اللہ سے ہے۔ (تریاق القلوب ص ۲۳' خزائن ج ۱۵ ص ۱۷۱) اس کی دعا کو جو خدا کی تحریک سے اس کے دل میں پیدا ہو۔ آپ دنیا کی دیگر بدکاریوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے خیر میں اس کا جواب اسلامی لٹریچر سے دیتا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں جو خدا کی طرف سے کسی مذہبی فیصلہ کے لئے تحریک ہوتی ہے تو وہ وحی الٰہی سے ہوتی ہے۔ یہی معنے ان کے معصوم اور بے گناہ ہونے کے ہیں۔ اس مضمون کے ثابت کرنے کیلئے میں نے تمہید بیان کی تھی۔ جس کو آپ نے بے تعلق کہہ کر چھوڑ دیا۔ اگر آپ نے کتاب صحیح بخاری پڑھی ہوتی تو آپ تصدیق کرتے کہ عمومات قرآنیہ اور حدیثیہ سے مسائل کا ثبوت کیسے دیا جاتا ہے۔ جناب مرزا قادیانی بھی اس طریق استدلال کو اپنی تصانیف میں عموماً استعمال کرتے ہیں جہاں کہیں قرآن شریف میں ذکر آتا ہے کہ ہم نے پہلے کسی آدمی کیلئے ہمیشگی نہیں کی۔ کسی آدمی کے بغیر کھانے پینے کے پیدا نہیں کیا تو مرزا قادیانی فوراً حضرت مسیح کی موت کا ثبوت دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طریق کا استدلال کرنا پرانا معقولی اور اصولی طریقہ ہے کیا آپ کو یاد نہیں امرت سر کے مباحثہ عیسائیاں میں مرزا قادیانی کے دلائل کی نوعیت کیا تھی ؟۔ یہی کہ عام حالت حضرات انبیاء علیہم السلام کی جو قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے جس میں حضرت مسیح کا کوئی خاص ذکر نہیں بطور اصول موضوعہ لے کر جناب مسیح علیہ السلام کی الوہیت کو

باطل کیا۔ بہر حال اسلامی لٹریچر سے واقف اور سننے والے ان الفاظ کو سنتے ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایک مامور کے دل میں منجانب اللہ تحریک ہونا یادوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کفر اور اسلام کے متعلق فیصلہ متحدّیانہ کا چیلنج دینابغیر وحی خدا اور الہام کے نہیں ہوتا۔ یہی مضمون آیت کریمہ :" لوتقول علینا بعض الاقاویل ." کا ہے۔ میں نے آیت قرآنیہ کے علاوہ مرزا قادیانی کاالہام بالفاظ قرآن بھی لکھوایا تھاکہ جناب موصوف کو کئی ایک مقامات پرالہام ہواہے :" ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحٰی ."(تذکرہ ص ۳۷۸ طبع سوم) جس کا مطلب میں نے صاف لفظوں میں بتلایا تھاکہ جناب مرزا قادیانی کی نسبت بقول ان کے خدافرماتاہے کہ مرزا قادیانی بغیر وحی کے نہیں بولتے۔اس آیت اور الہام کی تفسیر بتلانے میں میں نے دینی معاملہ کا لفظ بڑھایا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ماموران باری تعالیٰ کو اپنی ضروریات طبعیہ میں بولنے کے لئے وحی یاالہام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دینی معاملہ میں بغیر وحی کے نہیں بولتے۔ خصوصاً کسی ایسے معاملہ کی نسبت جو اشد مخالفوں کے سامنے بطور فیصلہ ظاہر کیا جائے۔ مرزا قادیانی مجھ کو اپنے مخالفوں میں بڑھا ہوامخالف خیال کرتے ہیں۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۳۰، خزائن ج ۲۲ ص ۴۶۲)

دوستو! خود ہی غور کرو مثنیٰ و فرادا غور کرو۔ خلوت اور جلوت میں غور کرو۔ ایک ایسے اشد مخالف کے مقابلہ میں ایک مامور خدا فیصلہ کی صورت شائع کرتا ہے اور اس کی بابت قرار کرتا ہے کہ مشیت ایزدی سے یہ تحریک میرے دل میں ہوئی۔اس کو آج منشی قاسم علی صاحب دنیا کے دیگر واقعات مثلاً زنا، چوری وغیرہ سے تشبیہہ دیتے ہیں ہمارے ثانی پریذیڈنٹ خصوصاً اس خیال کو ملحوظ رکھیں۔ شروع میں آپ نے عجیب منطق سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں ایسا ہونا چاہیئے تھا کہ مرزا قادیانی کو پروردگار حکم دیتا کہ ہمارے حضور میں درخواست پیش کرو۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام کی جتنی پیشگوئیاں موجود ہیں جن کو آپ بھی کفر و اسلام کے مباحثہ میں پیش کیا کرتے ہیں کیا کوئی ایسی آیت حدیث دکھا سکتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو

حکم ہوا ہو کہ تم میرے سامنے درخواست پیش کرو۔ درخواست کی ضرورت ہے تو آپ اٹھتے ہی اس آیت کی تفسیر کر دیجئے جس میں روم (سلطنت روما) کے مغلوب ہونے اور مغلوب کے بعد غالب ہونے کی پیشگوئی مذکور ہے کیا یہ پیشگوئی قرآنی فیصلہ نہ تھا۔ جناب پیغمبر خدا علیہ السلام نے بدر کی لڑائی میں فرمایا تھا کہ ابو جہل یہاں گریگا۔ فلاں وہاں گریگا۔ کیا اس کے لئے کوئی درخواست تھی؟۔ دوسرا یہ کہ بقول آپ کے ایسا ہوتا کہ: ''اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل میں (مرزا) نے حسب الحکم خدا اشائع کیا۔'' خدا کا شکر ہے کہ صدارت کی کرسی پر تینوں صاحب ذی علم و صاحب فضل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ علم بیان میں ایک مضمون مختلف عبارات اور مختلف اشاروں سے ادا کیا جاتا ہے۔ مضمون ادا کرنے والے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم نے اس طریق سے کیوں ادا نہیں کیا۔ ایک مضمون مختلف الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے۔ میرے پیش کردہ حوالوں کو غور سے ملاحظہ کر کے انصاف کریں کہ ان الفاظ سے منجانب اللہ ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں:

درخانه اگر کس است یك حرف بس است

ابو الوفا ثناء اللہ بقلم خود!

## پرچہ مدعا علیہ نمبر ۲

### یعنی قاسم علی پرچہ دوم

عالیجناب پریذیڈنٹ صاحب و میر مجلسان و مولوی صاحب: آپ کا دعویٰ جو بحروف جلی ایک بورڈ کے اوپر لکھ کر سامنے لگا دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار حکم خداوندی مرزا قادیانی نے دیا تھا۔ دوسرا دعویٰ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمالی۔ یہی دعویٰ آپ نے اپنے پہلے پرچہ میں پہلے ہی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ کی طرف سے جو علم بیان کے قاعدہ ہے یا آپ کے کسی خاص قانون سے اس طریق سے ایسے خاص دعویٰ کا استدلال بھی ہو کر ثابت کیا جا سکتا

ہے اور عدالت اس قسم کے دلائل پر ہی غور کر کے آپ کے دعویٰ کو ثابت شدہ تسلیم کرنے کے بعد ۲۰ پونڈ یا ۳۰۰ روپیہ آپ کو دے سکتی ہے تو میرے خیال میں کسی قانونِ شہادت وغیرہ کی بھی گورنمنٹ کو ضرورت نہیں رہنی چاہیئے۔ یہ ایک بدیہی بات آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے کہ اشتہار ۱۵ اپریل والا ۷ اپریل کے الحکم اور ۱۸ اپریل کے بدر میں شائع ہوا اور اس اشتہار کے نیچے دونوں اخباروں میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء اگر اس اشتہار کو ۱۵ اپریل سے اول کا سمجھا جاتا تو ایک امر واقعہ کے مقابلہ میں اس کے سامنے کوئی قیاسی دلائل پیش نہیں ہونے چاہئیں۔ اس اشتہار کے حکم خداوندی دینے پر آپ نے ۲۵ اپریل کے بدر کی ڈائری پیش فرما کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ تحریر اشتہار سے تقریر ۲۵۔ اپریل چونکہ بعد کی ہے اسلئے ثابت ہوا کہ اس تقریر کا تعلق اسی ۲۵ اپریل والے اشتہار سے ہے دوسری دلیل اس کے حکم خداوندی ہونے کی آپ نے ۱۳ جون کے اخبار بدر کے ایک فقرہ سے جس میں مشیّت ایزدی سے اس دعا کا حضرت مرزا قادیانی کے قلب میں آنا لکھا ہے۔ محض ایک لفظ مشیّت پر آپ اس کو حکم خداوندی فرماتے ہیں حالانکہ لفظ مشیّت آپ کے مسلمہ معنوں کے لحاظ سے جن کی تشریح آپ نے اپنی کتاب ترک اسلام بجواب دھرم پال میں یہ کی تھی کہ مشیّت ایزدی کے لئے خدا کی رضامندی کا ہونا ضروری نہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے ارادہ اور مشیّت سے ہو رہا ہے۔ زانی زنا کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو بھی خدا کی مشیّت سے کرتا ہے۔ یہ آپ کی تشریح مشیّت کے متعلق بروئے شرط نمبر ۱۴۔ آپ کے مسلمات سے کی گئی۔ جس کو آپ نے ہماری مسلمہ کہہ کر فرمایا کہ مرزا قادیانی کے اشتہار اور الہام کو میں زنا اور چوری کے ساتھ مشابہت دیتا ہوں۔ حالانکہ یہ مرزا قادیانی کے الہام وغیرہ کے متعلق نہیں بلکہ آپ نے جو مشیّت کے لفظ سے اپنا یہ دعویٰ کہ اشتہار حکم خداوندی دیا تھا ثابت کرنا چاہا۔ اس کے باطل کرنے کے لئے میں نے آپ کو توجہ دلائی کہ مشیّتؔ کے واسطے تو رضامندی الٰہی بھی ضروری نہیں۔ چہ جائیکہ اسے حکم خداوندی کہا جائے۔ ڈائری کے متعلق آپ نے جو اعتراض فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلسل ہے

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ڈائری کسی پٹواری یا گرداور قانون گو یا نائب تحصیلدار بندوبست کی نہیں ہے کہ جس نے ٹریول (سفر) کر کے ٹریولنگ الاؤنس حاصل کرنا ہو یہ ڈائری ایک ریفارمر کی ہے۔ یہ ڈائری ایک قوم کے پیشوا کی ہے جس کی قوم کو اس کی تقریروں اور تحریروں کا پہنچانا سب سے بڑا ضروری فرض ان آرگنوں کا ہے جو اس کے مشن والوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ وہ لوگ مختلف ڈائریوں کو جس کو اس کے مختلف مرید مختلف تاریخوں میں لکھتے تھے اور جب کبھی اخبار والوں کو دیتے تھے تب ہی وہ اس کو شائع کر دیتے تھے۔ بس انکا صرف کام یہ تھا کہ جس تاریخ کو کوئی ڈائری ہو۔ کوئی تقریر ہو اس تاریخ کو اول میں لکھ دیں۔ یہ خاص اسی اخبار میں نہیں بلکہ اگلے اور پچھلے پرچوں میں بھی اندراج ڈائری کا ایسا ہی سلسلہ رہا ہے خود ۲۵ اپریل کے بدر میں صفحہ ۴ کے اوپر ایک ڈائری شروع ہوئی جو اس ۲۱ اپریل کی ہے اور پھر صفحہ ۷ پر ۱۵ اپریل کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو آپ کے اس اعتراض کا کہ ۲۱ کے بعد ۱۵ آسکتی ہے ؟ جواب دینا ایک ایسے شخص کیلئے کہ جو اپنا دستور نہ صرف آپ کی وجہ سے بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی جانتا ہے ضروری نہیں۔ ۹ مئی کے بدر میں صفحہ پر بقیہ ڈائری ۲۵ اپریل کی شروع ہوئی ہے اور وہ ۱۱ اپریل کی ہے مگر اس کے صفحہ ۵ پر اپریل کے بعد ۲۰ مارچ ہوئی ہے اور وہ ۱۱ اپریل کی ہے مگر اس کے صفحہ ۵ پر اپریل کے بعد ۲۰ مارچ کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو کیا اپریل کے بعد مارچ آیا کرتا ہے ؟۔ پس ڈائری کا غیر مسلسل ہونا آپ کے اثبات دعویٰ کے واسطے موجود دستور کے مطابق کوئی مفید نہیں ہو سکتا۔ پس اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا گیا۔ ۱۷، ۱۸ اپریل کو شائع ہوا۔ اور یہ ڈائری ۱۴ اپریل کی ہے جس کو اشتہار مذکور سے عقلاً یا قانوناً شرعاً کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک فیکٹ ہے 'ہو گا' یا ہو گی۔ یا مرزا قادیانی کا یہ دستور تھا کہ پہلے ہی لکھ لیتے تھے یا پتھروں پر کاٹ دیتے تھے وہ کچھ کرتے تھے۔ موجودہ دعویٰ جس دستاویز کی بنا پر آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ مشکوک یا جعلی نہیں ہے۔ الہام جو اس ڈائری میں درج ہے :" اجیب دعوۃ الداع ۔ " جس کی بنا پر آپ اس دعا اشتہار والی کو قبول شدہ یا وعدہ قبولیت قرار دیتے ہیں۔ یہ الہام ۷ اپریل کے الحکم اور ۱۸

اپریل کے بدر کے ص ۲، ۳ پر ۱۴ تاریخ کو ہو چکا ہو لکھا گیا ہے۔ پس ۱۴ تاریخ کو جب الہام کا ہونا بدر الحکم میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کو ۱۵ تاریخ کے کاغذ کے متعلق قرار دینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

جناب پریذیڈنٹ و مولوی صاحب ! یہ اشتہار جو اس وقت متنازعہ ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے ؟۔ اس کی اصلیت خود اشتہار کے اندر لکھی ہوئی ہے اور وہ الفاظ میں ہے کہ یہ کسی وحی یا الہام کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ یہ ایک درخواست ہے۔ یہ ایک استغاثہ ہے۔ ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کے خلاف، تمام حاکموں کے حاکم کے حضور اور اس سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ یہ کوئی قطعی فیصلہ نہیں۔ یہ کسی حکم الٰہی کے ماتحت نہیں۔ یہ کسی الہام کی بنا پر نہیں بلکہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے وہ عدالت میں داد خواہ ہوتا ہے۔ یہ امر کہ اشتہار مذکور الہامی نہیں۔ آپ نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں خود بھی تسلیم کیا ہے کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا جو اسی اشتہار کے جواب میں ہے۔ پس اس اشتہار کی حیثیت ایک استغاثہ یا عرضی دعویٰ کی ہے۔ اس اشتہار میں جو استدعا کی گئی ہے جس کو آپ نے صورت فیصلہ سے نامزد کیا ہے اس کے متعلق اور اس دعا کے متعلق ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔ یہ امور میں نے محض اس لئے لکھائے ہیں کہ آپ نے بارہا مرزا صاحب کی قبولیت دعا کے متعلق بڑا زور دیا ہے۔ ورنہ نفس مقدمہ متنازعہ سے اس کو چنداں تعلق نہیں۔ مرزا صاحب نے جب خود درخواست مذکور میں ہی لکھ دیا ہے کہ یہ الہامی یا وحی جس کو آپ حکم یا الہامی نام سے تعبیر فرماتے ہیں کسی بنا پر نہیں۔ ادھر ۲۵ اپریل والے اخبار کی ڈائری اشتہار سے ایک روز پہلے کی ادھر خود ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے بھی اس کو غیر الہامی مان لیا ہے پھر کیونکر یہ دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے کہ اشتہار مذکور حکم خداوندی تھا جس کو آپ

الہام کے معنوں میں لیتے ہیں۔ جیسا کہ ۹ فروری ۱۲ء کے اخبار اہل حدیث میں ص ۷ کالم ۳
پر آپ نے یہ لکھا ہے۔ مرزا قادیانی کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح راستہ
دکھاؤ۔ اس لئے مرزا قادیانی نے بحکم خداوندی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا۔ پس الہام
کی بنا پر یہ اشتہار دیا گیا نہ کوئی الہام اس اشتہار والی دعا کی قبولیت کا پہلے یا پیچھے ہوا۔ آپ نے
ایک بات فرمائی ہے کہ ڈائری میں چونکہ کسی پہلی تحریر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے تو مجھ سے
آپ اس تحریر کا پتہ دریافت فرماتے ہیں کہ بجز اس اشتہار کے وہ کونسی تحریر ہے جس کے
متعلق ۲۵ اپریل والی ڈائری میں یہ لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے ہماری
طرف سے نہیں بلکہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ جناب مولوی صاحب آپ
خود اس تحریر کو لکھواتے ہیں اور پھر مجھ سے دریافت فرماتے ہیں۔ عالیجناب پریذیڈنٹ
صاحبان! یہ ڈائری جیسا کہ دستاویزات سے ثابت شدہ ہے کہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء وقت عصر
کی ہے اور اس میں کسی تحریر کا ذکر ہے۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق لکھی گئی ہو اور
یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ اشتہار متنازعہ ۱۵ اپریل کو لکھا گیا اور ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء کو ڈاک خانہ
میں ڈالا گیا۔ ان اخبارات میں جو ۱۷ یا ۱۸ کو شائع ہوئے یہ تو دستاویز کا ثبوت ہے۔ اس کے
مقابلہ میں آپ کے محض قیاس کو ایسا ہوا ہوگا یا یہ بات ہوگی آپ کے دعوے کو ثابت نہیں
کرتے۔ ہاں میں آپ کو بتلادوں کہ وہ تحریر جو ۱۴ اپریل والی ڈائری سے آپ کے متعلق پہلے
شائع کی جا چکی تھی وہ وہی ہے جو آپ نے اہلحدیث مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء میں نقل فرمائی
ہے جو مرزا قادیانی کی طرف سے ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں شائع ہو چکی اور نیز حقیقت
الوحی میں بھی آپ کے متعلق ۱۴ اپریل سے پہلے چند امور لکھے جا چکے تھے۔ پس یہ ڈائری ان
تحریروں سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس تحریر سے جو ڈائری کے بعد کی ہو۔ اور وہ ۱۵ اپریل
۱۹۰۷ء والا اشتہار ہے۔ آپ نے ایک دلیل اور بھی اس اشتہار کی قبولیت کے متعلق پیش کی
ہے جو ایک خاص مقدمہ کے بارے میں مرزا قادیانی کو ہوا تھا۔ اور وہ شحنہ حق ص ۴۳ اور
حقیقت الوحی ص ۳۵۳ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ایک زمیندار کے

مقدمہ میں جو شریکوں کیساتھ تھا میں نے دعا کی کہ مجھے خدایا اس میں فتح دے تو خدا نے جواب دیا :"اجیب کل دعائك الا فی شرکائك ." میں تیری سب باتیں مانوں گا مگر شریکوں کے بارہ میں نہیں سنوں گا۔ یہ الہام ایک خاص مقدمہ کے متعلق ہے اور مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت سے بہت پہلے کا ہے۔اس میں شریکوں کے خلاف دعا قبول کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔اگر یہ الہام عام ہوتا تو چاہیئے تھا کہ شریکوں کے متعلق بھی آئندہ کوئی دعا قبول نہ کی جاتی۔ جیسا کہ دیوار کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا یہ دعا کی گئی کہ مجھے اس میں فتح ہو۔ تو وہ دعا قبول ہوئی جس کے لئے بڑا لمبا الہام ہوا جو حقیقت الوحی کے ص۲۶۶ '۲۶۷ پر درج ہے اور مرزا صاحب اس میں کامیاب ہوئے۔ پس اگر وہ الہام جو شریکوں کے متعلق تھا عام ہوتا تو مرزا صاحب اس حکم الٰہی کے خلاف شریکوں کے مقدمہ میں ہی کیوں شریکوں کے خلاف دعا کرتے اور کیوں خدا تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا۔ پس نہ وہ الہام عام تھا۔نہ وہ آپ کے اس دعویٰ کے متعلق کہ ۱۵اپریل والے اشتہار کی دعا قبول کی گئی اور نہ اس سے یہ دعویٰ ثابت کہ ۱۵اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی دیا تھا اور نہ اس دعا کی قبولیت کا الہامی وعدہ ہو چکا تھا۔دعویٰ آپ کا اس دعا کے متعلق ہے جو ۱۵اپریل والے اشتہار میں مرزا صاحب نے شائع کی ہے کہ وہ قبول ہو گئی اور اس کی قبولیت کا خدا نے الہام کیا۔پس یہ دعویٰ اس الہام سے جو شرکاء کے متعلق اور ایک خاص مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے خلاف ایک دوسری نظیر شرکاء کے خلاف مقدمہ فیصل ہو کر صاف بتا چکے کہ وہ وعدہ نہ دائمی تھا نہ عام۔ ورنہ خدا دعا کیوں قبول کرتا اور کیوں پھر مرزا صاحب شرکاء کے خلاف دعا ہی کرتے۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب نہیں ہے کہ میری تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں اس کے لئے حقیقت الوحی ص ۳۲۰'ص ۳۲۷ اور رسالہ فیصلہ آسمانی مطبوعہ بار سوئم ص ۹ اور تریاق القلوب ص ۱۵۱ ملاحظہ ہو جن سے صاف لکھا ہے کہ میری اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ دعائیں جن کو خدا اپنی مصلحت سے میرے حق میں مفید سمجھتا ہے قبول فرماتا ہے۔

آخر میں جناب پریذیڈنٹ صاحب کی توجہ اس دعویٰ کی طرف جس کے متعلق یہ

مباحثہ ہے دلا کر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ بمشورہ اپنے مشیران جو آپ کی امداد کیلئے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں بخوبی غور فرمالیں کہ دونوں دعوے ۱۴ اپریل والی ڈائری اور ۱۴، ۱۳ اپریل والی درمیانی شب والے الہام اور مولوی صاحب کے ۲۶ اپریل والے اہل حدیث اور خود اس اشتہار کے اندرونی فقروں سے اور دستاویزات جن کا حوالہ میں نے اپنے بیان میں دیا ہے۔ ان کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ کیا یہ دعویٰ ثابت ہو گئے۔ اس کے بعد جو مولوی صاحب نے بیان فرمانا ہے وہ ان ہی کی تردید ہو گی۔ کوئی نئی دلیل پیش کرنے کا ان کو حق نہ ہو گا۔ کیونکہ اب اس کے ڈیفنس کا مجھے کوئی موقعہ نہیں ملے گا۔ فقط!

عاجز قاسم علی بقلم خود ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء

## بیان مدعی

### یعنی ثنائی پرچہ نمبر ۳

جناب صدر انجمن صاحبان و برادران! دعویٰ یہ تھا کہ مرزا قادیانی کا اشتہار ۱۵ اپریل خدا کے حکم سے تھا یہ بات یقینی ہے کہ میں مرزا قادیانی کو مامور خدا نہیں سمجھتا پھر جو میں نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اشتہار خدا کے حکم سے تھا اس کے کیا معنی؟ صاف ظاہر ہے کہ میرا یہ دعویٰ ان کے مسلمات اور خیالات پر ہے۔ پس اہل حدیث ۲۶ء اپریل ۱۹۰۷ء کا حوالہ دیکر منشی قاسم علی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ میں نے خود اس اشتہار کی بابت یہ لکھا ہے کہ یہ الہام سے نہیں میرے دعوے کے کسی طرح مخالف نہیں۔ وہ لکھنا میرا اپنا مذہب ہے اور ثابت کرنا مرزا قادیانی کے خیالات کا عکس ہے۔ علاوہ اس کے ۲۰ اپریل کی تحریر لکھنے تک جو میں یقیناً ۱۸، ۱۹ اپریل کو لکھی ہو گی۔ ۲۵ اپریل کا بدر میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ جس کی بنا پر میں نے آج دعویٰ کیا ہے۔ میرے دعویٰ کا ثبوت دو طرح پر تھا۔ ایک دلائل عامہ دوسرے دلیل خاص سے دلائل عامہ میں میں نے حضرات انبیاء کا طریق اور خصوصاً مرزا قادیانی کے عام دعویٰ اور الہامات کو بیان کیا تھا جس میں ایک آیت قرآن اور الہام: ”وماینطق عن

الھویٰ۔ "دوسرا:" اجیب کل دعا ئك الا ..................الخ۔ "اس الہام کا جواب دینے میں میرے دوست کو بہت الجھن ہوئی ہے۔

جناب پریذیڈنٹ صاحب! یہ الہام دو فقروں پر مشتمل ہے ایک مستثنیٰ دوسرا مستثنیٰ منہ مستثنیٰ میں حکم ہے تیری دعا شریکوں کے بارہ میں قبول نہ ہوگی۔ مستثنیٰ منہ کا حکم ہے۔ کہ تیری وہ تمام دعائیں جو شریکوں کے سوا اور لوگوں کے حق میں ہوں گی میں ضرور قبول کروں گا۔ اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ میں مرزا قادیانی کا شریک نہیں ہوں۔ آپ نے بتلایا ہے کہ ۲۵ اپریل والے بدر میں جو ۱۴ اپریل کی ڈائری ہے۔ اس میں جس تحریر کا آپ کے متعلق ذکر ہے وہ حقیقت الوحی میں ۱۴ اپریل سے پہلے لکھی جاچکی ہے۔ اس کے متعلق ۱۴ اپریل کا بدر صفحہ ۴ پیش کرتا ہوں جس میں مرزا قادیانی حقیقت الوحی کی بابت لکھتے ہیں کہ ہماری کتاب حقیقت الوحی ۲۰، ۲۵ روز تک شائع ہوجائے گی۔ اب منصف صاحب غور فرمائیں کہ جس کتاب کو ابھی شائع ہونے میں کئی روز باقی ہوں وہ ۱۴ اپریل سے پہلے کیونکہ شائع ہوچکی تھی۔ حقیقت الوحی کے سرورق صفحہ پر مطبوعہ تاریخ اشاعت ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء ہے مگر قلمی سرخی سے ۱۵ مئی بنائی گئی ہے۔ (دیکھو خزائن ج ۲۲ ص ۱) یہ تو آپ کے اس حصہ کا جواب ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کوشش کی ہے کہ ۲۵ اپریل کے بدر والی ڈائری میں جس تحریر کا ذکر ہے اس کا ثبوت دیں۔ اس ثبوت کیلئے آپ نے ۱۴ اپریل کے بدر صفحہ ۴ کا نام لیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے اور منصف صاحبان مہربانی فرماکر اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ کوئی تحریر ایسی ہے جس کو میرے متعلق کہہ سکیں؟ جس کا جواب مرزا قادیانی کو بصورت الہام یہ ملا تھا: "اجیب دعوۃ الداع" جو صاحب ظاہر کرتا ہے کہ وہ تحریر میری کوئی دعا کی صورت میں ہے آپ نے شروع میں یہ بھی کہا ہے کہ اس قسم کے دلائل عامہ پر ہی غور کر کے عدالت فیصلہ نہیں کرتی۔ جناب والا اس ھی کے لفظ پر غور کیجئے۔ میں نے ہی سے کام نہیں لیا۔ میں نے صرف دلائل عامہ ہی بیان نہیں کئے۔ بلکہ خاص اس امر کے متعلق بھی بیان کئے۔ آپ جو اس اشتہار کو بمنزلہ ایک استغاثہ غیر مقبولہ کے قرار دیتے ہیں حقیقت میں یہ

بات مرزا قادیانی کے کل دعاوی پر پانی پھیرتی ہے۔ میں نے ریویو مئی ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۹۲ سے حوالہ نقل کیا تھا کہ مرزا قادیانی کا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے اور یہ ایسا معجزہ ہے کہ وہ اس معجزہ کے مقابلے کیلئے ہم مسلمانوں کے علاوہ تمام دنیا کے مخالفوں کو چیلنج دیتے ہیں۔ میں نے ۱۳جون کے بدر سے یہ دلیل نقل کی تھی کہ مرزا قادیانی کے دل میں خدا نے میرے متعلق دعا کرنے کی تحریک پیدا کی میرے مخاطب فرماتے ہیں کہ وہ بقول میرے مشیت کا مفعول ہے جو دنیا کے ہر ایک واقع سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر جناب پریذیڈنٹ صاحبان! میں نے یہ بات بالتصریح بتلائی ہے اور قرآنی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ کوئی مامور خدا کسی ایسے فیصلے کے لئے جو اس کے مشن پر اثر ڈالتا ہو از خود اظہار نہیں کر سکتا۔ ترک اسلام میں جو میں نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ مشیت خدا کے قانون کا عام ہے جو مخلوق میں جاری ہے۔ لیکن وہی قانون جب مذہبی رنگ میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب طیبہ پر اثر کرتی ہے تو مذہبی رنگ میں ایک دلیل کا حکم رکھتی ہے۔ مثال کے لئے ہمارے خواب اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے خوابوں میں جو فرق ہے وہی فرق ان دو مشیتوں میں ہے جو عام حالت اور خاص قلوب انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں۔

باقی جو آپ نے ڈائری کی بے ترتیبی کی بابت لکھا ہے مجھے اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے معزز ثالث صاحبان قانون پیشہ ہیں۔ ان کے پاس اس قسم کے کئی ایک مقدمات آئے ہوں گے۔ جن میں ایسی بے ترتیب ڈائریاں پیش ہو کر فیل یا پاس ہوئی ہوں گی۔

تریاق القلوب ص ۱۵۱ ' خزائن ج ۱۵ ص ۴۶۹ کا بیان مرزا قادیانی کا اپنی دعاؤں کی نسبت ہے۔ بھلا اگر ساری دعائیں مرزا قادیانی کی قبول نہ ہوتیں تو معجزہ ہی کیا تھا۔ جب کہ حقیقت الوحی باب اول دوم وسوم میں خود لکھتے ہیں کہ بعض خواب اور کشف بدکار یعنی رنڈیوں اور فاحشہ عورت کے بھی سچے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں سچا وہی ہے جس کے کل سچے ہوں۔" ہمارے معزز ثالث صاحب قانونی طور پر جانتے ہیں کہ کسی دستاویز کا سچا ہونا اس پر موقوف

ہے کہ اس میں کوئی لفظ مشکوک نہ ہو میں نے جہاں تک سوچا ہے آپ نے میرے پیش کردہ دلائل کا جواب نہیں دیا۔ میری دلیل مختصر لفظوں میں یہ ہے انبیاء وماموز خدا کوئی ایسا فیصلہ جو مخالفوں پر حجت کا اثر رکھتا ہو اور اس کے خلاف ہونے سے ان کے دین اور مشن پر خلاف اثر پہنچتا ہو۔ بلا اذن خدا شائع نہیں کر سکتے۔

مرزا قادیانی نے جو اس اشتہار میں الہام یا وحی کی نفی کی ہے اس کی ایک وجہ تو پہلے پرچہ میں عرض کر چکا ہوں۔ دوسری وجہ وہ ہے جو صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے ساتھ ان کا معاہدہ ہوا تھا کہ میں الہام جتا کر کسی کی موت کی پیش گوئی نہیں کروں گا۔ اس لئے انہوں نے اس اشتہار میں الہام کا نام نہیں لیا بلکہ نفی کر دی۔ ۲۵ تاریخ کے بدر میں الہام کے ساتھ اس کی تعبیر کر دی۔ تاکہ وہ اس قاعدہ سے جو انبیاء علیہم السلام کا میں نے بتلایا ہے حجت ہو سکے۔ بس اب میں ختم کر کے فیصلہ معزز ثالثوں کے سپرد کرتا ہوں۔

ابوالوفا ثناء اللہ بقلم خود!

## سرپنچ کا مختصر فیصلہ

چونکہ دونوں منصفوں جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب اور منشی فرزند علی صاحب میں اختلاف رہا تو سردار بچن سنگھ صاحب بی اے پلیڈر سرپنچ کو مداخلت کا موقع ملا۔ چنانچہ جناب موصوف کا مختصر فیصلہ یہ ہے:

میری رائے ناقص میں حسب دعویٰ حضرت مرزا قادیانی:

(۱)............ "۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار حکم خداوندی مرزا قادیانی نے دیا تھا۔"

(۲)............ "خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمائی۔" ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء

دستخط سردار بچن سنگھ صاحب بی اے پلیڈر (بحروف انگریزی)

# جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی منصف فریق محمدی کا حلفیہ فیصلہ

**باسمہٖ!**

فیصلہ حلفی خاکسار (ابراہیم سیالکوٹی) منصف مقرر کردہ از جناب مولوی ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) امرتسری مدعی:

دعویٰ نمبر ۱: اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء مرزا قادیانی نے بحکم خدا لکھا۔

دعویٰ نمبر ۲: خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام کر دیا تھا۔

اثبات دعویٰ: بذمہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مدعی

ڈیفنس: بذمہ منشی قاسم علی صاحب دہلوی ایڈیٹر الحق دہلی۔ مدعا علیہ

مولوی صاحب مدعی نے اثبات دعویٰ میں دو قسم کے دلائل پیش کئے ہیں عام اور خاص' عام یہ کہ کوئی رسول برحق بغیر اجازت الٰہی کوئی ایسا امر اپنے مخالفین کے سامنے بطور تحدی پیش نہیں کر سکتا جو جس کے مخالفین میں صدق اور کذب کے متعلق امتیازی نشان رکھتا ہو۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے چند آیات قرآنی پیش کیں۔ جن میں سے ایک ایسی آیت بھی ہے جس کی نسبت مرزا قادیانی کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ مجھے بھی الہام ہوئی ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو کچھ بولتا ہے وہ وحی خدا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ رسول برحق ہے اور اس اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں طریقہ فیصلہ ایسا مذکور ہے۔ جو متحدیانہ ہے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے۔ اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی کی یہ دعا خداوند تعالیٰ کی تحریک اور محض اشارہ سے تھی۔

دیگر دلیل عام یہ بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی نے بالخصوص اپنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق نہایت زور سے متحدیانہ دعویٰ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ریویو بابت مئی ۱۹۰۷ء وغیرہ کتب جن کا مولوی صاحب نے پتہ دیا) لہذا یہ دعا ان دعوؤں کے سلسلہ میں جو ضرور ضرور

مقبول ہوں۔ سب سے پہلے درجے پر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کا اثر اس مشن پر پڑتا ہے جس کے لئے مرزا قادیانی مامور کیئے گئے۔

دلیل خاص : جو مولوی صاحب نے بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خاص اسی دعا کی قبولیت کا الہام مرزا قادیانی کی طرف سے اخبار بدر قادیاں مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں طبع ہو چکا ہے جس میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ در حقیقت اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ نیز اس اخبار مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں جو خط مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کے نام طبع ہوا ہے۔ اس میں تشریح کی گئی ہے کہ اس طریق فیصلہ (۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) کے اشتہار کی دعا کی تحریک مشیت ایزدی سے ہوئی ہے۔ پس میرا یہ دعویٰ بھی ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ دعا خدا کی تحریک سے کی اور یہ بھی کہ اس کی قبولیت کا الہام آپ کو ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب مدعی نے اپنے اثبات دعویٰ کے ضمن میں بطور دفع دخل یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ بیشک اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ یہ پیشگوئی کسی الہام سے نہیں کی گئی۔ لیکن یہ فریق ثانی کو مفید نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس کلمہ میں اور ۲۵ اپریل کی ڈائری میں تعارض ہے اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ اشتہار لکھتے وقت خدا تعالیٰ نے ان پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا۔ لیکن بعد میں الہام کر دیا چونکہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ دیگر یہ کہ چونکہ مرزا قادیانی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپوری کی عدالت میں ایک خاص مقدمہ میں باضابطہ اقرار داخل کر چکے تھے کہ کسی شخص کے حق میں ڈروالا الہام ظاہر نہیں کروں گا۔ اس لئے بھی مرزا قادیانی نے نفی الہام کی مصلحت سمجھی۔ کیونکہ وہ میری موت کے متعلق تھی۔ یہ ہے خلاصہ ان کے اثبات دلائل کا۔ اب اس ڈیفنس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو فریق ثانی نے پیش کیا۔

فریق ثانی یعنی منشی قاسم علی صاحب نے مولوی صاحب کی پہلی دلیل عام کا کوئی جواب نہیں دیا اور تردید نہیں کی۔ جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ رسول برحق کبھی خدا کی اجازت کے بغیر بھی اپنے مخالفین کے ساتھ طریق فیصلہ کر سکتا ہے۔ دوسری دلیل عام کا

جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہر دعا کی قبولیت کا نہیں ہے بلحہ اکثر دعاؤں کا ہے اور الہام : " اجیب کل دعائك الافی شرکائك " کا یہ جواب دیا کہ یہ خاص واقعہ کے متعلق ہے جس کے جواب میں مولوی صاحب مدعی نے کہا کہ اس کلام کے دو جز ہیں ایک مستثنیٰ منہ۔ دوسرا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کلیہ ہے جس میں سے صرف اس دعا کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو مرزا قادیانی کے کنبہ کے متعلق ہو۔ اور چونکہ میں (مولوی صاحب مدعی) مرزا قادیانی کے کنبہ میں سے نہیں۔ اس لئے میرے حق میں استثنائی صورت نہیں ہوگی۔ بلحہ وہی مستثنیٰ منہ کی کلیت میرے حق والی دعا پر صادر آئے گی۔ منشی قاسم علی صاحب کے اس عذر سے ہماری تسلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میرا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں تو یہ معجزہ ایسی دعا کی قبولیت کیلئے ضرور ظاہر ہونا چاہیئے۔ جو مرزا قادیانی کی صداقت کا نشان ہے۔ یہ امر کوئی معمولی نہیں جس کی طرف سے بے پروائی کو دخل دے سکیں اور بیشک الہام : " احیب کل دعا ئك الافی شرکائك . " (یعنی میں تیری ہر دعا قبول کروں گا مگر وہ جو تیرے کنبہ کے لوگوں کے حق میں ہو) سوائے استثائی صورت کے اپنے عموم پر ہی قائم ہے اور مولوی صاحب والی دعا اس عموم میں داخل ہے۔

منشی قاسم علی صاحب نے مولوی صاحب مدعی کی پہلی دلیل خاص کا جواب یہ دیا ہے کہ ۲۵ اپریل کی بدر والی ڈائری ۱۴ اپریل کی ہے اور اشتہار زیر بحث ۱۵ اپریل کو لکھا گیا۔ اس لئے وہ ڈائری اس اشتہار کے متعلق نہیں ہو سکتی بلحہ وہ ان تحریرات کے متعلق ہے جو اخبار بدر مجریہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء اور تتمہ کتاب حقیقت الوحی ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳ پر مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کے حق میں درج ہیں۔ مولوی صاحب مدعی نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ اشتہار ۱۵ اپریل کی تسوید ۱۵ اپریل کو نہیں ہوئی۔ بلحہ یہ تو کاپی لکھنے کی تاریخ ہے۔ دوم یہ کہ ڈائری مندرجہ بدر ۲۵ اپریل میں ۱۴ اپریل کی ڈائری کے بعد ۱۱ اپریل کی ڈائری مندرج ہے۔ پس ہم کس طرح سمجھ سکیں کہ یہ تاریخیں ترتیب وار ہیں۔ لہذا یہ عذر درست نہیں۔ سوم یہ کہ اخبار بدر مجریہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء اور حقیقت الوحی میں جو کچھ میرے متعلق لکھا ہے

ان تحریروں میں کسی دعا کا ذکر نہیں۔ اور نہ ان کا مضمون اس اشتہار کے مضمون سے ملتا ہے۔ حالانکہ ۲۵ اپریل کے بدر کی ڈائری میں دعا کا بالتصریح ذکر ہے اور اشتہار میں بھی مضمون دعا ہی کا ہے۔ چہارم یہ کہ کتاب حقیقت الوحی کی اشاعت ۱۴ اپریل تک نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہ اس کے بعد ہوئی جیسا کہ اس کے ٹائیٹل پیج سے ظاہر ہے کہ اس کی تاریخ اشاعت مطبوعہ الفاظ میں ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء لکھی ہے اور پھر اسے سرخی سے کاٹ کر ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء بنایا ہے۔ پس ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت الوحی اور بدر محولہ منشی قاسم علی صاحب میں اشتہار ۱۵ اپریل کا مطلقاً ذکر نہیں۔ مولوی صاحب نے منشی قاسم علی صاحب کے عذر کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اخبار مذکورہ ۱۴ اپریل اور حقیقت الوحی میں کسی ایسی دعا کا ذکر نہیں جو مولوی صاحب کے حق میں ہو اسے اخبار بدر ۲۵ اپریل والے الہام کا حوالہ اور مصداق کہہ سکیں اور کتاب حقیقت الوحی تو اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی کہ مرزا قادیانی اس کا حوالہ دے سکیں۔ اس امر کی تائید ہم اس سے بھی پاتے ہیں کہ خاتمہ بحث پر جناب سردار بچن سنگھ صاحب بی اے پلیڈر گورنمنٹ ایڈووکیٹ لدھیانہ نے جو بتراضی فریقین ثالث مقرر کئے گئے تھے۔ منشی قاسم علی صاحب سے سوال کیا کہ آیا آپ سوائے ۱۴ اپریل کے بدر اور حقیقت الوحی کے حضرت مرزا قادیانی کی کوئی اور تحریر بھی بتلا سکتے ہیں تو انہوں نے جواب نفی میں دیا۔ مولوی صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ ۱۵ اپریل کے اشتہار کا مسودہ ۱۴ اپریل سے پیشتر لکھا گیا تھا یہ بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے چونکہ مرزا قادیانی کے الفاظ جو ۲۵ اپریل سے پیشتر لکھا جا چکا تھا اور وہ مریدوں میں مشہور تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے صرف اسی اشارہ پر کفایت کی کہ جو کچھ لکھا گیا اور ہم عام عادت بھی یہ پاتے ہیں کہ مضامین کاتب کے کاپی لکھنے سے پیشتر عمل کر کے کاتب کو دیئے جاتے ہیں اور وہ اخص دوستوں میں طبع سے پیشتر ہی مشہور ہو جاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ بیان کیا کہ ڈائری کی تاریخیں غیر مرتب ہیں۔ اس کے جواب میں منشی قاسم علی صاحب نے کہا کہ تاریخیں صرف اسی پرچہ تک غیر مرتب نہیں ہیں بلکہ دیگر پرچوں میں بھی یہ بے ترتیبی پائی جاتی ہے

ہماری رائے میں یہ عذر مولوی صاحب کی جرح کی تردید نہیں کرتا بلکہ اس کو تقویت دیتا ہے۔ کیونکہ ایک قصور دوسرے قصور کی تائید کرتا ہے نہ کہ تردید۔ نیز یہ کہ ۱۴ اپریل اور ۱۱ اپریل کی غیر مرتب ڈائری ایک ہی پرچہ میں ہے مختلف پرچوں میں نہیں کہ منشی قاسم علی صاحب کی بیان کردہ وجہ کی گنجائش ہو۔ بہر حال اس سوال کے جواب کے سلسلہ میں بھی ہم مولوی صاحب مدعی کی جانب راجح پاتے ہیں۔

منشی قاسم علی صاحب نے ڈیفنس میں مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کی دوسری خاص دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ ترک اسلام میں لکھا ہے کہ سب کام نیک وبد خدا کی مشیت سے ہوتے ہیں۔ پس ان کے ساتھ رضا الٰہی ضروری نہیں۔ لہذا اگرچہ اخبار بدر میں یہ لکھا ہے کہ اس طریق فیصلہ کی تحریک خدا کی مشیت سے ہوئی لیکن ضروری نہیں کہ خدا اس پر راضی بھی تھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ مشیت عام ہے اور ہر نیک وبد کے متعلق ہو سکتی ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر جب مشیت الٰہی بصورت فیصلہ اور بالخصوص ایسے امر میں نبی برحق کے مشن کے متعلق ہو۔ کوئی تحریک پیدا کرتی ہے تو وہ بر نگ حکم وحی خفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں نبی کے مشن کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مخالفین کا ابطال اس کے متعلق مولوی صاحب نے علاوہ سابقہ حوالہ جات کے مرزا قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کا حوالہ صفحہ ۵ سے تا اخیر باب سوم۔ (دیکھو خزائن ج ۲۲ صفحہ ۷ تا ۵۸) دیا جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جس پر راضی ہوں خدا اس پر راضی ہوتا ہے اور جس پر خفا ہوں اس پر خفا ہوتا ہے۔ جب وہ شدت وقت میں دعا کرتے ہیں تو خدا ان کی ضرور سنتا ہے۔ اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کے آگے مرزا قادیانی نے ایک آیت لکھی ہے جو قبولیت دعا کے متعلق ہے۔ ان دلائل کا جواب فریق ثانی نے کافی نہیں دیا۔ لہذا ہم اس میں بھی مولوی صاحب سے موافقت کرتے ہیں اور علاوہ بریں یہ مستزاد کرتے ہیں کہ جب مولوی صاحب نے اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کے خط میں یہ حوالہ تحریک الٰہی والا پیش کیا تو منشی صاحب نے اپنے جواب

میں اس حوالہ کے اشتہار مذکور زیر بحث کی نسبت ہونے سے انکار نہیں کیا۔ جس سے مولوی صاحب کے دعویٰ کو نہایت زبردست تقویت پہنچتی ہے کہ یہ اشتہار خدا کے خفیہ حکم سے لکھا گیا۔ منشی صاحب لفظ مشیت کے مطابق ہی بحث کرتے رہے جو ان کو ہرگز مفید نہیں۔ کیونکہ یہ دعا مشیت کے تحت داخل ہو کر بھی رضا الٰہی کو شامل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس دعا کا نتیجہ مرزا قادیانی کے خیال میں جو بوقت دعا تھا مرزا قادیانی کے مشن کے لئے مفید تھا اور مولوی صاحب کے خلاف۔

”لہٰذا ہم حلفیہ بیان سے خداداد علم کو کام میں لاکر اور اپنے ایمان و دین کی گمی سے رائے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب مدعی اپنے دعوے میں کامیاب ہیں اور فریق ثانی نے کوئی ایسا ڈیفنس پیش نہیں کیا جو ان کے دلائل کو توڑ سکے۔ واللہ علی مانقول شہید!“

دستخط: مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ (منصف) بحروف انگریزی

## منشی فرزند علی صاحب منصف احمدی فریق کا بلا حلف فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

میں نے اس مباحثہ کو جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور میر قاسم علی صاحب احمدی دہلوی کے مابین ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء کو لدھیانہ میں ہوا خوب غور سے سنا۔ جو رائے میں نے اس مباحثہ کے متعلق قائم کی ہے اس کو ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ اس مباحثہ میں دعویٰ منجانب ثناء اللہ صاحب یہ تھا کہ:

(الف)............ جو اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو جناب مرزا قادیانی نے بعنوان ”مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ دیا خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا۔

(ب)............ اس اشتہار میں جو دعا فیصلہ کے متعلق تھی اس کا جواب خدا تعالیٰ نے الہامی طور پر یہ دیا کہ ہم نے اس دعا کو منظور فرمالیا۔

شق (ا)............ کے ثبوت میں جو موٹے موٹے دلائل مولوی ثناء اللہ صاحب

نے دیئے وہ یہ تھے کہ :

(۱)............ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ طریق نہیں تھا کہ اپنے مشن کے متعلق کوئی متحدیانہ فیصلہ کن تجویزیں محض اپنے ارادے اور مرضی سے کریں۔

(۲)............ ۱۵اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار کے بعد ۲۵اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا قادیانی کی طرف سے ایک تقریر اس مضمون کی شائع ہوئی کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے اور رات کو جب مرزا صاحب کی توجہ اس طرف تھی تو الہام ہوا: ’’اجیب دعوۃ الداع‘‘(ترجمہ : میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔)

(۳)............ ۱۳جون ۱۹۰۷ء میں ایک خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب درج ہے۔اس میں لکھا تھا کہ مشیت ایزدی نے مرزا صاحب کے قلب میں تحریک کر کے فیصلہ کی ایک اور راہ نکال دی۔

فقرہ(۱)............ نہ تو اس دعویٰ کی تائید اور وضاحت میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے کوئی مثالیں بیان کیں اور نہ میر قاسم علی صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا۔

فقرہ(۲)............ کے بیان کردہ واقعات کو اگر ہو بہو مان بھی لیا جائے تو تب بھی صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کے اشتہار دینے پر بعد میں اظہار پسندیدگی فرمایا نہ یہ کہ اشتہار مذکور کا لکھا جانا اور شائع کیا جانا حکم خداوندی کی وجہ سے ہوا۔جب مولوی صاحب نے خود اپنے پرچہ اول میں تسلیم کیا کہ اشتہار مورخہ ۱۵اپریل ۱۹۰۷ء کے لکھتے وقت مرزا قادیانی کو خود خدا کے حکم کا علم نہ تھا۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ اشتہار مذکورہ حکم [۱] سے دیا گیا تھا۔

---

[۱] حکم خدا کا مطلب خود مرزا قادیانی نے بتلایا ہے کہ خدا کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔یہی مولوی صاحب کی مراد ہے۔(منیجر)

فقرہ (۳)........... کی دلیل پر مولوی صاحب کی طرف سے بہت زور تھا۔ مگر جب میر قاسم علی صاحب نے دکھایا کہ جس ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی تاریخ اشتہار سے ایک روز پیشتر فرمائیں تھی تو اس سے مولوی صاحب کی دلیل کا سارا زور ٹوٹ گیا۔ میر قاسم علی صاحب کے اس بیان پر مولوی صاحب کی طرف سے دو عذر اٹھائے گئے۔ اول یہ کہ جناب مرزا صاحب کی ڈائری یعنی روز مرہ کی تقریریں اخبار میں مسلسل بہ ترتیب تواریخ درج نہیں۔ اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ دوم یہ کہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء والی تقریر ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کے متعلق نہیں تو مرزا قادیانی کی کونسی سابقہ تحریر یہ میرے متعلق تھی جس کی طرف اس تقریر میں اشارہ ہے۔

ڈائری کے متعلق جیسا کہ میر قاسم علی صاحب نے بیان کیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ڈائری نویسی کے لئے کوئی باقاعدہ تنخواہ دار سٹاف نہ تھا مرید لوگ اپنے شوق اور محبت سے ڈائری لکھتے تھے اور پھر جس کسی سے اور جس قدر جلد ہو سکے نقل اخبار والوں کو دے دیتے تھے۔ ڈائری کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس میں اکثر حصہ حضرت مرزا قادیانی کی ان تقریروں کا ہوتا تھا جو آپ روز مرہ کے سیر میں فرماتے تھے۔ جب کہ آپ کے ساتھ ایک ہجوم مریدوں کا ہوتا تھا۔ جس انبوہ میں رپورٹروں کے لئے کوئی خاص جگہ مختص نہ ہوتی تھی۔ جس کسی کے سننے میں جو کچھ آجاتا اسے قلمبند کر لیتا۔ میں غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر ایک تاریخ کی ڈائری کو اپنی ذات میں مستقل سمجھ کر بلالحاظ ترتیب تاریخ کے اخبار میں لکھ دیا جاتا تھا۔ ڈائری کے چھاپنے کی غرض ناظرین کو یہ دکھانا ہوتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کچھ فرمایا۔ بعض مضامین کو اپنی اہمیت اور ضرورت لحاظ سے اور بعض کو گنجائش اخبار کے لحاظ سے بہ نسبت دوسری تاریخوں کی ڈائری کے اخبار کے کالموں میں جلد تر جگہ مہیا کر دی جاتی تھی۔ بہر حال سلسلہ یہ تھا کہ ڈائری بلاترتیب تاریخ شائع کر دیجاتی تھی۔ ایک دن کی ڈائری کو دوسری سے علیحدہ کرنے کیلئے ہر ایک روز کی ڈائری کے سر پر اس کی تاریخ لکھدی جاتی تھی۔ اگر تواریخ کی بے

ترتیبی صرف اسی ایک پرچہ بدر میں ہوتی جس میں ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری درج تھی تو البتہ اعتراض قابل غور ہوتا مگر جبکہ ہمیشہ ڈائریاں اسی بے ترتیبی کے ساتھ چھپتی تھیں تو محض اس عدم ترتیب کی بنا پر ڈائری کے اندراج ہرگز نا قابل اعتبار نہیں ٹھہرتے۔

مولوی صاحب کے دوسرے سوال کا جواب یعنی ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری کی سابقہ تحریر حضرت مرزا صاحب سے متعلق تھی۔ میری رائے میں فریق ثانی کے ذمہ اس کا جواب دینا واجب نہ تھا مگر جب دیا گیا تو اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ پس جو جواب اس سوال کا میر قاسم علی صاحب نے دیا اس کی صحت پر مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ ہاں امکان تو ضرور ہے کہ جناب مرزا قادیانی کا اشارہ اس ۱۴ اپریل کی ڈائری میں انہی مضامین کی طرف ہو جن کا حوالہ میر قاسم علی صاحب نے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں بہم پہنچایا گیا اور میر صاحب کا بیان صرف قیاس پر مبنی تھا جو حجت نہیں ہو سکتا۔ بہر حال میری رائے میں یہ امر ظاہر ہے کہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری کا اشارہ خواہ کسی سابق تحریر کی طرف ہو۔ ۱۵ اپریل کے اشتہار کی طرف ہرگز نہیں [۱]۔ اور جب خود حضرت مرزا قادیانی اسی ۱۵ اپریل کے اشتہار میں فرماتے ہیں کہ: ”یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں۔ بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔“ تو اس صریح بیان کے خلاف کوئی دعویٰ کسی طرح قائم اور ثابت [۲] ہو سکتا ہے؟۔

---

[۱] کیا ہی انصاف ہے۔ مجیب کے جواب سے مصنف صاحب کی تسلی نہیں ہوئی۔ تو خود جواب دینے کو مستعد ہوئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ میرا منصب جواب دینا نہیں بلکہ جواب کی جانچ کرنا ہے۔

[۲] از خود نہیں رہ سکتا مگر مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ جلد چہارم کے ص ۴۹۹، خزائن ج ص ۵۹۳ پر صاف لکھا تھا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں مگر بعد میں بقول خود خدائی الہام سے بتلایا کہ حضرت مسیح فوت شدہ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں!)

نیز یہی اعلان کہ اس اشتہار کی بنا کسی وحی یا الہام پر نہیں اس وہم کا بھی ازالہ کرتا ہے کہ شاید یہ اشتہار مجریہ ۱۵ اپریل لکھا۔ اس تاریخ سے چند روز ما قبل گیا ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بعد میں اس کی تصدیق میں الہام ربانی نازل ہو جاتا تو مرزا قادیانی کی اصلاح پھر تک بھی کر دیتے۔ جیساکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود اپنی تقریر (۲) میں بیان کیا کہ مرزا قادیانی اپنی تصانیف میں ان کے چھپتے وقت تک ضروری تصحیح کرتے رہتے تھے۔ یا اگر بعد چھپ جانے کے بھی اشتہار کی تصحیح کی ضرورت ہوتی تو یہ درستی ہاتھ سے کر دی جاتی۔ جیساکہ حقیقت الوحی کی تاریخ اشاعت کیمطابق کیا گیا تھا۔ دیکھو اس کتاب میں سرورق جس کے نیچے تاریخ اشاعت ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء سے بدل کر ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ہاتھ سے تمام کاپیوں میں لکھی گئی۔

اپنے آخری پرچہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بیان کیا کہ دراصل تو اشتہار مذکور لکھا حکم الٰہی سے ہی گیا تھا۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی نے عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور میں ایک دفعہ عہد کیا تھا کہ میں کسی کی موت وغیرہ کے متعلق آئندہ الہامی پیشین گوئی شائع نہ کیا کروں گا۔ اس لئے قانون کی زد سے بچنے کی غرض سے اشتہار میں یہ لکھ دیا کہ میں الہام یا وحی کی بنا پر یہ پیشگوئی نہیں کرتا۔ اس دلیل کا غلط ہونا بدیہی طور پر ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر مرزا قادیانی کے لئے کسی شخص کی موت کی پیشگوئی کو الہام کی بنا پر شائع کرنا ممنوع تھا۔ تو بغیر الہام کے محض اپنی مرضی سے اس قسم کی پیشگوئی کا شائع کرنا زیادہ قابل مواخذہ ہونا چاہیئے۔

رہا فقرہ نمبر ۳ :........... جس میں مشیت ایزدی کی تحریک کو حکم خداوندی کے

---

(بقیہ حاشیہ) جس کو آپ لوگوں نے تسلیم کیا اسی طرح پہلے اشتہار میں گو مرزا قادیانی نے انکار کیا مگر دوسری تحریروں میں صاف کہا کہ خدائی منشاء اور تحریک سے ہم نے یہ کیا ہے اور خدا کی طرف سے اس کی بنیاد ہے تو پھر کیونکر یہ صاف اور صریح نہ ہوا کہ پہلی تحریر عدم علم پر تھی دوسری علم پر ہے جو معتبر ہے۔ (منیجر)

ہم پلہ بیان کیا گیا۔اس کی تردید میر قاسم علی صاحب نے خاطر خواہ طور پر کر دی۔اس لئے اس امر کی نسبت بحث کرنے کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی ۔ پس میری رائے میں مولوی ثناءاللہ صاحب اپنے دعویٰ کی شق (ا) کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا سکتے۔

اب میں شق (ب) کو لیتا ہوں کہ آیا حضرت مرزا صاحب کو اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی دعا کی قبولیت کا الہام بارگاہ الٰہی سے ہوا۔اس کا ثبوت مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہاتھ میں ایک تو وہ الہام تھا جو ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں شائع ہوا۔اور جو شق (ا) کے ثبوتی فقرہ (۲) میں درج ہے :"اعنی اجیب دعوة الداع ۔"(ترجمۂ) میں دعا کرنیوالے کی دعا کو قبول کرتا ہوں یہ تو وہی ۱۴ اپریل کی ڈائری ہے جس کا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے غیر متعلق ہونا ثابت ہو چکا ہے۔دوسرا ثبوت یہ تھا کہ ایک پرانا الہام مرزا صاحب کو یہ ہو چکا :" اجیب كل دعائك الا فی شرکائك ۔"(ترجمہ : میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا۔ سوائے ان کے تیرے شریکوں کے متعلق ہوں)اگر فریق ثانی اس الہام کی عمومیت کو تسلیم بھی کر لیتا تو اس سے صرف یہی ثابت ہوتا کہ مرزا صاحب کی یہ دعا منظور ہونی چاہیئے تھی۔نہ یہ کہ فی الواقعہ منظور ہوئی بھی ان دونوں دعوؤں میں بڑا بھاری فرق ہے مگر میر قاسم علی صاحب نے دکھایا کہ الہام مندرجہ بالا ایک خاص مقدمہ سے متعلق تھا۔کیونکہ اس الہام کے بعد ایک اور مقدمے میں مرزا صاحب نے اپنے شرکاء کے خلاف دعا کی اور اس دعا کو خدا تعالیٰ نے منظور فرمایا۔(میرے پاس اس کے متعلق حوالہ نہیں۔وہ دیکھ لئے جائیں۔)

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ خود مرزا صاحب کا عقیدہ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق کیا تھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی ہر ایک دعا کا قبول ہو جانا ہر گز ضروری نہ سمجھتے تھے۔چنانچہ اسی :" اجیب كل دعائك الا فی شرکائك ۔"(یعنی میں تمہاری وہ دعائیں جو تمہارے شرکاء کے متعلق ہوں قبول نہ کروں گا) والے الہام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض دعائیں نامنظور ہو جاتی تھیں اور حقیقت الوحی سے بھی

(دیکھو اقتباسات منسلکہ) مرزا صاحب کا صرف یہی دعویٰ پایا جاتا ہے کہ ہماری دعائیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے کثرت کے ساتھ شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حقیقت الوحی کے صفحات ۵ سے ۱۱ کے حوالہ سے یہ بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب کی کل دعاؤں کا قبول ہونا لازمی تھا۔ میں نے حقیقت الوحی کے صفحات مذکورہ کو پڑھا ہے۔ اس سے مولوی صاحب کے بیان کی ہرگز تصدیق نہیں ہوتی۔ ان صفحوں میں دعا کا کہیں مطلق ذکر تک بھی نہیں۔ ان میں خوابوں اور الہاموں پر بحث ہے مگر خواب اور الہام اور چیز ہے اور دعا اور چیز۔ پس شق (ب) کی نسبت بھی میری یہ رائے ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکے۔ فرزند علی عفا اللہ عنہ ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور ۲۰ اپریل ۱۹۱۲ء

نوٹ: میرے پاس فریقین کی تقریروں کی نقلیں نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ اپنے مختصر نوٹوں کی بنا پر لکھا ہے۔ (فرزند علی)

## اقتباسات از حقیقت الوحی

(۱)............ ”یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں۔ بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے۔ جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۸، ۲۰)

(۲)............ ”یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کیساتھ خدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوانا چاہتا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا

ہے۔اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے۔" (حقیقت الوحی ص ۱۹' خزائن ج ۲۲ ص ۲۱)

(۳)........."میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات خدا تعالیٰ میری نسبت یا میری اولاد کی نسبت یا میرے کسی دوست کی نسبت ایک آنے والی بلا کی خبر دیتا ہے اور جب اس کے دفع کے لئے دعا کی جاتی ہے تو پھر دوسرا الہام ہوتا ہے کہ ہم نے اس بلا کو دفع کر دیا۔"

(حقیقت الوحی ص ۱۸۸' خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۴)

(۴)........."یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہنچانے کیلیے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے۔بلکہ استجابت دعا کی مانند اور کوئی بھی نشان ہیں۔ کیونکہ استجابت دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الٰہی میں قدر اور عزت ہے اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں۔ کبھی کبھی خدائے عزوجل اپنی مرضی اختیار کرتا ہے۔لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ مقبولین حضرات کی عزت کیلئے یہ بھی ایک نشان ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہزارہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔" (حقیقت الوحی ص ۳۲۱، خزائن ج ۲۲، ص ۳۳۴)

(۵).........."حقیقت الوحی ص ۳۲۷، سطر ۱۰ میرا صدہا مرتبہ کا تجربہ ہے کہ خدا ایسا رحیم و کریم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے۔" (فرزند علی ۲۰ اپریل ۱۹۱۲)

## جناب سردار بچن سنگھ صاحب بی اے سرپنچ کا مفصل فیصلہ

سردار صاحب نے فیصلہ دینے سے پیشتر جو امور جانبین سے دریافت فرمائے اور جو جواب بطور بیانات کے لئے وہ اپنے فیصلہ سے منسلک فرمادیئے۔اس لئے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

**بیان مولوی ثناء اللہ صاحب**: میں نے وہ پرچہ جو فریق ثانی نے بعد اختتام مباحثہ ثالث کے پاس بطور یاداشت بھیجا تھا ملاحظہ کر لیا ہے اور اس کے متعلق امور ضروری پیش کردہ فریق ثانی پر ثالث کے روبرو حسب گنجائش وقت سرسری طور پر زبانی تشریح بھی کر دی ہے۔ لیکن اس پرچہ کے بھیجنے میں بے ضابطگی ہوئی ہے۔ اس پرچہ کے متعلق تحریری بحث کی ضرورت خیال نہیں کی جاتی۔ مسلمان میر مجلس کیلئے جو شرائط میں یہ ہے کہ وہ حلفی فیصلہ دیں گے اس سے یہ مراد ہے کہ فیصلہ کرنے سے پیشتر وہ الفاظ ذیل تحریر کر کے کہ میں خدا کی قسم کھا کر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں" اپنا فیصلہ لکھے۔ میر صاحب کے دعویٰ کے مطابق وہ صاحب وحی الہام و معجزات و کرامات تھے۔ میرے نزدیک اگر الفاظ قسم میں کوئی فرق ہوا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اگر بلا حلف بھی فیصلہ ہوے تو چونکہ شرائط کے بموجب حلفی فیصلہ کی ضرورت ہے اور میر مجلس صاحبان نے شرائط مباحثہ خوب ملاحظہ فرمالی ہیں تو ایسا فیصلہ بھی اگر شرائط کے مطابق حلفی فیصلہ تصور فرمایا جاوے تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ اگرچہ بموجب جب فقرہ اخیر شرط نمبر ۲ ایسا فیصلہ نا قابل وقعت سمجھنا چاہیئے۔ مرزا صاحب کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔

دستخط: مولوی ثناء اللہ و سردار بچن سنگھ

**بیان میر قاسم علی صاحب**: مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں چودہویں صدی یعنی حال صدی کا مجدد ہوں اور خدا کی طرف سے مجھے الہام ہوتا ہے اور نشانات صداقت میرے بطور معجزات خدا کی طرف سے صادر ہوتی ہیں۔ نہ ہر وقت الہام ہوتا ہے نہ ہمیشہ معجزات ہی ہوتے ہیں۔ جب خدا چاہے۔ الہام کرتا اور جب خدا چاہے معجزہ کا نشان دیتا ہے۔ یہ دونوں باتیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ خدا کے اختیار میں ہین۔

سوال: آیا مرزا صاحب کا دعویٰ دیگر انبیاء کے ہم رتبہ و ہم پلہ ہونے کا تھا۔ یا کم و بیش؟۔

**جواب** : اسلام میں انبیاء دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحب شریعت و صاحب امت۔دوم جو اسی نبی اور اس شریعت کے ماتحت ہوں۔ پہلی قسم کی مثال حضرت محمد صاحب نبی اسلام کی ہے۔دوسری مثال یحییٰ۔ مرزا صاحب قسم دوم کے نبی تھے۔

**سوال** : ان دونوں اقسام کے انبیاء میں روحانیت کے لحاظ سے کچھ فرق ہے ؟ اور کیا ؟۔

**جواب** : ہاں !اول قسم کے انبیاء پورے کمال کو پہنچے ہوئے اور دوم قسم کے ان سے کم درجے پر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مالک اور نوکر کی حیثیت۔

**سوال** : حضرت محمد صاحب کے بعد آپ کے مقرر کردہ قسم دوم میں کون کون نبی ہوئے ہیں ؟۔

**جواب** : ہمارے عقیدہ میں جتنے نائب (خلفاء یا مجددین) حضرت محمد صاحب کے بعد ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب قسم دوم کے نبی[1] تھے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے :" علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔" (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔)

**سوال** : قسم دوم کے انبیاء بھی صاحب وحی والہام ہوتے ہیں۔

**جواب** : ہاں !

**سوال** : اشتہار زیر بحث میں جو الفاظ آخری فیصلہ درج ہیں اس سے کیا مراد ہے ؟۔

---

[1] پھر ان کے انکار سے تو آدمی کافر نہ ہو اور مرزا صاحب کے انکار سے کافر ہو۔یہ کیوں ؟۔

جواب : یہ ایک درخواست بارگاہ الٰہی میں بطور دعا کے جیساکہ اشتہار میں لکھا ہے کی گئی ہے۔ خود مرزا صاحب کی طرف سے ہے خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ خدا کے حضور میں پیش کی گئی ہے۔

سوال : درخواست مندرجہ اشتہار زیر بحث کسی دینی مسئلہ کے متعلق ہے اور جماعت مرزا صاحب کے متعلق یا دنیاوی معاملہ پر ؟۔اور خاص مرزا صاحب کی ذات پر حاوی ہے ؟۔

جواب : درخواست متنازعہ میں خدا سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب جو مجھے جھوٹا کہتے ہیں۔ میری سچائی اور مولوی صاحب کے مجھے جھوٹا کہنے کی صداقت کا فیصلہ کیا جاوے اور اشتہار مذکور کسی دنیاوی تنازعہ پر نہیں تھا۔بلکہ اس حیثیت سے تھا جس حیثیت سے قرآن شریف میں ایک شعیب نبی نے یہ دعا کی کہ اے خدا مجھ میں اور میری قوم یعنی مخالفوں میں فیصلہ فرما اور یہی آیت مرزا صاحب نے بھی خدا سے بطور درخواست اس اشتہار میں لکھی ہے۔

سوال : نبی شعیب کی دعا قبول ہوئی ؟۔

جواب : ہاں قبول ہوئی۔

سوال :اشتہار متنازعہ میں سچائی کا معیار کس بات پر مبنی رکھا گیا تھا۔

جواب : سچائی کا معیار اس بات پر مبنی رکھا گیا تھا کہ خداوند تعالیٰ جس طریق پر چاہے میری سچائی کا اظہار کرے جیساکہ آیت مندرجہ اشتہار کا منشاء ہے اور اشتہار کے یہ الفاظ کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔اب اس فیصلہ کی تمنا یہ کی گئی کہ اس طریق پر فیصلہ ہو سچا زندہ رہے اور جھوٹا مر جائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس فیصلہ سے انکار کیا۔ اس وقت بحث صرف ان امور پر جو فریقین کے درمیان متنازعہ قرار پا چکے ہیں۔ جو بورڈ پر

درج ہیں۔ ان میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کے فیصلہ کے لئے ان سوالات کی ضرورت ہو۔ یہ بات کہ دعا مندرجہ اشتہار قبول ہوئی یا نہیں ہوئی۔ یا مرزا صاحب نے کسی حیثیت سے یہ اشتہار دیا امور زیر بحث سے غیر متعلق ہیں۔ کیونکہ میرا چیلنج خاص ان دو امور متنازعہ فیہ پر ہے۔

قاسم علی بقلم خود! دستخط: سردار بچن سنگھ ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء

# مباحثہ مابین مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری و میر قاسم علی صاحب دہلوی

مباحثہ: ہذا کی بنیاد اس اشتہار سے شروع ہوئی جو حضرت مرزا صاحب قادیانی نے بذریعہ اخبارات بدر و الحکم مشتہر فرمایا اور جو اشتہار بجنسہ چھاپہ شدہ ذیل میں چسپاں ہے۔

اس اشتہار کے متعلق دونوں فریقین نے برضامندی باہمی امورات ذیل متنازعہ فیہ قرار دیئے۔

(۱)............ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

(۲)............ خدا نے الہامی طور پر جواب دیدیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمالی۔

ثبوت: بذریعہ مولوی ثناء اللہ صاحب          تردید: بذمہ میر قاسم علی صاحب

بتاریخ ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء فریقین نے اپنی اپنی بحث بذریعہ پرچہ جات تحریری ۳ بجے شام سے لے کر قریب ۱۰ بجے رات تک روبرو ہر دو میر مجلسان و مجھ کمترین ثالث مقبولہ فریقین کی۔ چونکہ بحث میں بڑی رات گذر چکی تھی اور کمترین کا خیال تھا کہ میں اپنا اظہار رائے بصورت اختلاف رائے ہر دو میر مجلسان کروں۔ اس واسطے یہ قرار پایا کہ دو میر مجلسان اپنی اپنی رائے اگلی صبح یعنی بتاریخ ۱۸ اپریل میرے پاس بھیج دیں اور میں اپنی رائے ۲۰ اپریل کی شام تک تحریر کر دوں گا۔ بدیں وجہ کہ مجھے ۱۸، ۱۹، اپریل کو بوجہ کثرت کار فرصت کم تھی

میر مجلس منجاب مدعی نے اپنی رائے ۱۹ اپریل کی شام کو اور میر مجلس منجانب مدعا علیہ نے کل ۲۰ اپریل کی شام کو بھیجی اور ان کی وجہ تاخیر چٹھی انگریزی منسلکہ ہذا سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ میں علم عربی سے بالکل ناواقف ہوں اور کتب مقدسہ اہل اسلام سے بالکل بے بہرہ۔ اس واسطے میں نے مناسب سمجھا کہ چونکہ ایک میر مجلس فیروز پور میں ہیں اس واسطے چند ایک شکوک فریقین سے ایک دوسرے کے مواجہہ میں رفع کرلوں۔ چنانچہ فریقین کی خدمت میں میں نے اطلاع کردی کہ بوقت ۱۱ بجے امروزہ وہ مباحثہ والے مکان میں تشریف لے آویں۔ چنانچہ مکان مذکور میں ۲/۱/۱۱ بجے سے کاروائی شروع کی گئی ہے اور زبانی شکوک رفع کرنے کے علاوہ ضروری امور پر ہر دو فریقین کا بیان بھی لیا گیا جو رائے ہذا کا جزو تصور ہوگا شرائط مباحثہ کی شرط یہ ہے کہ رائے دہندہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ بحث کے خاتمہ پر لکھے گا اور جو رائے مباحثے کے متعلق بغیر خدا کی قسم کھانے کے کوئی ثالث یا میر مجلس دے گا وہ قابل وقعت نہ ہوگی۔ چوہدری فرزند علی صاحب میر مجلس منجانب میر قاسم علی صاحب کے فیصلہ پر قسم وغیرہ کے متعلق کوئی اندراج نہیں ہے۔ لیکن چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے بیان میں جو میں نے آج لیا ہے عدم تعمیل شرط بالا پر عذر نہیں اور یہ ایک معمولی سہو ہے اور خاص کہ جبکہ چوہدری فرزند علی صاحب بخوبی جانتے تھے کہ یہ فیصلہ حسب شرائط حلفی لکھنا ہوگا۔ اندریں صورت کہ بر خلاف فیصلہ قابل وقعت ہے۔ خاصکہ جب کہ وہ فریق جس کے بر خلاف فیصلہ مذکور ہے زیادہ اصرار نہیں کرتا ہے۔

مجھے سخت افسوس ہے کہ وہ معزز صاحبان جو ہر دو فریق کی مذہبی کتابوں سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ اختلاف رائے ظاہر کریں جب دو عالموں میں جو فریق کے ہم مذہب ہوں (یہ سردار بچن سنگھ کا اپنا خیال ہے) اختلاف رائے ہو تو میرے جیسے ناواقف اور غیر مذہبی شخص کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور تمام صاحبان سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میری رائے کو کسی طرح سے بھی اپنے مذہبی عقائد کے مخل تصور نہ فرمائیں۔ بے شک شرائط مباحثہ کی رو سے ایک فریق کی جیت اور دوسرے فریق کی ہار میری

رائے سے ہو سکتی ہے لیکن میری رائے کسی صورت میں بھی کسی مسئلہ مذہبی کی فیصلہ کن نہیں اے ہو سکتی اور یہ جیت اور ہار بھی ویسی ہی ہو گی۔ جیسا کہ دو متخاصمین کسی چند سالہ معصوم اور دنیا سے بالکل ناواقف بچے سے التماس کریں کہ جس شخص کے سر کو تو ہاتھ لگا دے گا وہ فتحیاب تصور ہو گا اور وہ بچہ ان کے کہنے سے بلا جانے کسی امر کی ایک شخص کے سر کو ہاتھ لگا دیوے۔ فی الواقعہ میری واقفیت دربارۂ اسلام میں جو کہ ایک وسیع سمندر ہے اس نادان اور ناواقف بچہ سے بدرجہا کم ہے اور میری رائے کا کوئی اثر کسی اور شخص پر نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اور شخص اس کا پابند ہو سکتا ہے اور میرا پکا یقین ہے کہ فریقین بھی اپنے اپنے مذہبی عقائد کے بموجب ہر گز ہر گز پابند نہیں ہوں گے۔ سوائے اس بات کے کہ بموجب شرائط مباحثہ تین سو روپے کی رقم کی ہار جیت ہو جاوے۔ میں نے کئی ایک مذہبی مباحثے دیکھے ہیں جن کا کبھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب کوئی شخص ایک خاص عقیدہ مذہبی کا پیرو کار ہو تو وہ ہر گز اس سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ خواہ اس کے مخالفین کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔ بلکہ اس قسم کی مخالفت اور مباحثہ ایسے معتقدوں کو اور بھی پختہ بنا دیتے ہیں۔

البتہ اس قسم کے مباحثوں کا آئندہ ہونے والے معتقدوں پر تھوڑا بہت اثر ضرور ہوتا ہے لیکن میرا یقین ہے کہ میرے جیسے شخص کی رائے کا اثر ایسے لوگوں پر بھی کچھ نہیں ہو گا۔ لیکن چونکہ فریقین نے مجھے اپنا ثالث مقرر کیا ہے اور بدقسمتی سے ہر دو میر مجلسان میں اختلاف رائے ہو گیا ہے۔ اس لئے حسب شرائط مباحثہ مجھ پر لازم آیا کہ میں اپنی رائے کا اظہار خواہ اس کی وقعت کچھ بھی ہو اس مباحثہ کی اغراض کیلئے ظاہر کروں۔

فریقین نے بحث بڑی قابلیت اور لیاقت کے ساتھ کی ہے اور طریق بحث میں بالکل قانون شہادت کی تقلید فرمائی ہے لیکن جب میں دعویٰ کو دیکھتا ہوں تو مجھے بالکل

---

اے سردار صاحب کی کمال تواضع اور کسر نفسی ہے ورنہ یہ فیصلہ کسی مذہبی مسئلہ میں نہیں بلکہ واقعات کے بموجب ہے۔ (مینیجر)

تعجب پیدا ہوتا ہے جو صاحب اس مباحثہ میں مدعی بنے ہیں اور جو ہر دو امور متنازعہ فیہ کو مثبت میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہر دو امور میں متنازعہ فیہ کے مثبت میں ہونیکا نہیں ہے۔ گویا وہ اپنے دعوے کی اپنی ضمیر کے مطابق تصدیق کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اگر معمولی قانون مندرجہ ضابطہ دیوانی کے مطابق کوئی شخص عرضی دعویٰ عدالت میں پیش کرے لور ساتھ ہی کہے کہ میں عرضی دعویٰ کے صحیح اور سچ ہونے کی حلفیہ تصدیق کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں تو عدالت فوراً اس کے دعویٰ کو نامنظور کردے گی۔ خواہ اس کا مدعا علیہ اس کے دعویٰ کے اقبال کرنے کیلئے تیار کیوں نہ ہو۔ جو کہ مدعا علیہ حال کی صورت نہیں ہے بلکہ وہ انکار دعویٰ پر اصراری ہے۔ لیکن چونکہ یہ مباحثہ ایک مذہبی مسئلہ پر ہے اس واسطے اس پر قانون دیوانی عائد نہیں ہو سکتا۔ یہ خیالات میں نے اس واسطے ظاہر کئے ہیں کہ ہمارے ملک میں کن حالات میں مباحثے پیدا ہو جاتے ہیں اور کن حالتوں میں ایک شخص کو محض مباحثہ کی غرض سے کیا حالت بدلنی پڑتی [1] ہے اور اس طرح سے میر قاسم علی صاحب جو مرزا صاحب کے صاحب وحی الہام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ امور متنازعہ کی زدید میں کھڑے ہوتے ہیں۔ فی الواقعہ یہ بھی میری رائے ناقص میں عجائبات زمانہ میں ایک ایک عجوبہ ہے۔

امور متنازعہ کے فیصلہ کیلئے اشتہار کی عبارت کو غور سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے اور یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ آیا یہ اشتہار کسی مسئلہ دینی کے انفصال کے واسطے تھا یا کسی دنیوی امر کے فیصلہ کیلئے۔ اس امر کو میر قاسم علی صاحب نے صاف طور پر اپنے میں مان لیا ہے کہ یہ اشتہار دینی مسئلہ کے انفصال کیلئے تھا۔ میری رائے ناقص میں مرزا صاحب کا یہ انفصال کسی خاص مسئلہ دینی کے فیصلہ کیلئے نہ تھا۔ بلکہ اپنے مشن کے فیصلہ کیلئے تھا جو ایک معمولی مسئلہ دین کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے جیسا کہ عبارت ذیل مندرجہ اشتہار سے عیاں ہے۔

---

[1] جناب سرپنچ صاحب ٹھیک فرماتے ہیں۔ مگر یہاں مدعی کا دعویٰ مدعا علیہ کے اعتقاد پر مبنی ہے نہ واقعات پر۔ (منیجر)

(الف)........... چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں۔

(ب)...........اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔

(ج)........... اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں۔

(د)........... اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف اور مسیح موعود ہوں۔

(ہ)........... پس اگر وہ سزا جو انسان...... تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔

(و)........... اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔

(ز)........... مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعے سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اے میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ ان جملہ فقروں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار کے ذریعہ کسی معمولی مسئلہ دینی کے فیصلہ کیلئے استدعا نہیں کی بلکہ اپنے مشن کی تصدیق یا تکذیب کیلئے استدعا کی اس اشتہار کے متعلق ایک سوال پیدا ہوا ہے کہ مرزا صاحب کو اس اشتہار کے دینے اور اپنے مشن کی تصدیق کرانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی خود اشتہار کے مفصلہ ذیل فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب بایام اشتہار ستائے ہوئے تھے اور حد درجہ کے دکھی کیے گئے تھے۔

چنانچہ لکھتے ہیں :

(الف)........... میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔

(ب)........... میں آپ کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ انکی بدزبانی حد سے گذر گئی اور وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے

ہیں۔ جن کا وجود دنیا کے مسکنت نقصان رساں ہوتا ہے.......... اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔

اگر بقول اور حسب دعویٰ مرزا صاحب یہ کل بحث ہی صرف اس دعویٰ پر مبنی ہے کہ وہ مسیح موعود مامور خداوند تعالیٰ تھے اور فی الواقعہ ایسی مصیبت میں تھے۔ جیسا کہ اشتہار میں درج ہے۔ تو میری رائے ناقص میں حقیقت الوحی ص ۱۸ (خزائن ج ۲۲ ص ۲۰) کے الفاظ ذیل ان پر عائد ہوتے ہیں۔

"جب ان کے (مقبولین کے) دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے کامل مقبولوں کے ذریعے سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے خدا کے نشان تب ہی ظاہر ہوتے ہیں جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھ کہ خدا کا نشان نزدیک ہے۔ بلکہ دروازہ پر۔"

پس جب اشتہار کی عبارت سے حد درجہ کی مصیبت اور بے قراری ٹپکتی ہے تو حسب الفاظ بالا کاتب اشتہار کے ہاتھ کو اگر خدا کا ہاتھ تصور کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سوائے اس امر کے کوئی معتقد شخص اپنے مذہبی اصولوں کی طرف داری میں یہ نہ کہے کہ مقبولین کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور سب کاموں کے واسطے ہوتا ہے سوائے تحریر کے کاموں کے اور یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کہ چھوٹے چھوٹے اور بہت خفیف خفیف مسائل دینی اور امورات دنیاوی میں تو خدا کا حکم ہووے اور ایک ایسا اہم معاملہ جو کہ مرزا صاحب کے کل مشن کے متعلق تھا وہ بلا حکم خدا ہووے۔

میر قاسم علی صاحب نے اپنی بحث میں فرمایا ہے کہ فریق ثانی نے کوئی ایسا حکم پیش نہیں کیا جس میں مرزا صاحب کو خدا نے یہ حکم دیا ہو تا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور میں پیش کرو۔

میری رائے ناقص میں حکم خداوندی کے یہ معنی ہرگز نہیں کئے جا سکتے کہ خداوند تعالیٰ اپنے ماموروں کو پہلے حکم دیتا ہے اور بعد ازاں وہ اپنی درخواست پیش کرتے ہیں۔ میں حکم خداوندی کے معنی منظور خاطر خدا یا تحریک خدا یعنی پرماتما کی "پریرنا" لیتا ہوں۔

ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ چونکہ ہمہ دان ہے اپنے ماموروں اور مقبولین کو جس اس صفت سے موصوف نہیں ہیں۔ تحریک کردے جس تحریک کا ان مامورین کو مطلقاً اس وقت پتہ نہ ہووے۔ یا بعد میں پتہ ہووے یا تحریک کا نتیجہ پیدا ہونے کے بعد بھی اس تحریک کا پتہ لگے اور نتیجہ پیدا ہونے سے پیشتر وہ کل عرصہ اس تحریک سے بے خبر رہیں۔

میری رائے ناقص میں حکم خداوندی ہونیکا ایک یہ بھی معیار ہے کہ کسی فعل کا نتیجہ کیا ہوا ہے۔ اگر نتیجہ الفاظ استدعا کے مطابق ہوا ہے تو اس سے یہ قیاس پیدا ہوتا ہے کہ یہ استدعا خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہی تھی لیکن اگر نتیجہ استدعا کے برخلاف ہوتا ہے تو قیاس یہ پیدا ہوتا ہے کہ فلاں استدعا خلاف حکم ایزدی تھی۔ پس جب اس معیار سے بھی دعا مندرجہ اشتہار کو دیکھا جاوے تو چونکہ نتیجہ بالفاظ سائل پیدا ہوا اس واسطے قیاس یہ ہے کہ یہ اشتہار بحکم ایزدی دیا گیا۔

اگر ان قیاسات کو چھور کر واقعات متعلقہ اشتہار متنازعہ کو دیکھا جائے تو بھی میری رائے ناقص میں یہی نتیجہ نکلتا ہے جو میں نے اوپر درج کیا ہے۔

اول سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اشتہار مرزا صاحب کے دست مبارک سے کب کاغذ پر ظہور میں آیا۔ بے شک چھاپہ شدہ کاغذ پر تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء درج ہے مگر میری رائے ناقص میں وہ مرزا صاحب کے دست مبارک سے نہیں ہے بلکہ کاتب کے ہاتھ کی۔ میں نے مزید تسلی کیلئے میر قاسم علی صاحب سے دریافت کیا کہ اصل مسودہ کہاں ہے جس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ اگر صرف چھاپہ شدہ تاریخ پر کسی امر کا فیصلہ کیا جاوے تو میں نہیں جانتا کہ کاروبار دنیا میں کیسی گڑبڑ مچ جائے گی وہ سول اینڈ ملٹری گزٹ جس پر کہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۲ء چھپی ہوئی تھی وہ یہاں لدھیانہ میں ۱۹ اپریل ۱۹۱۲ء کی شام کو کئی اصحاب کی

ردی کی ٹوکری میں چلا گیا تھا۔ پھر نہیں معلوم کہ اس میں چھپے ہوئے مضمون ۱۹ اپریل سے کتنا عرصہ پیشتر مصنفین کے ہاتھوں سے نکل چکے ہوں گے۔ حضور ملک معظم شہنشاہ ہند کے دہلی دربار کے موقعہ پر جو اعلان پڑھا گیا اس پر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۶ء درج تھی۔ نہیں معلوم وہ چھاپہ خانہ سے کتنا عرصہ پیشتر نکل چکا تھا اور تیار کب کیا گیا تھا۔ پس اگر ۲۰ اپریل والے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے کسی مضمون یا اعلان مذکورہ کی تاریخ تصنیف کی بابت کوئی تنازعہ پیدا ہو جاوے تو تاریخ متنازعہ کو ۲۰ اپریل یا ۱۲ دسمبر بتلانا میں خود میر قاسم علی صاحب کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ قصہ کوتاہ میری رائے یہ ہے کہ یہ اشتہار ۱۵ اپریل سے پیشتر صاحب کے قلم سے نکل چکا تھا۔

دوم سوال یہ ہے کہ بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں جو نوشت بکالم ڈائری درج ہے اس کے متعلق صحیح تاریخ کونسی قائم کی جاوے میر قاسم علی صاحب اس کی تاریخ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء قائم کرنے پر بہت اصرار کرتے ہیں۔ لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا ہوں جس کے واسطے وجوہات ذیل ہیں :

(الف)........... محض ۱۴ اپریل چھپ جانے سے میں ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ یہ ۱۴ اپریل کی ڈائری ہے خاص کر جب کہ ۱۵، ۱۶ اپریل کی ڈائری پیش نہیں کی جاتی ممکن ہے کہ یہ نوشت ۱۵، ۱۶ کی ڈائری کی ہووے۔

(ب)...........ڈائریوں کی ترتیب جو مختلف اخباروں میں چھپی ہے بالکل درست نہیں ہے کہ ان کے متعلق تاریخوں کے صحیح ہونے کا کوئی قیاس بھی پیدا ہو سکے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو ڈائریوں کے متعلق ایک بے ضابطگی ظاہر کی تھی جس کے جواب میں میر قاسم علی صاحب نے کئی ایک اور بے ضابطگیاں بیان کیں جو بیان مدعی کی بجائے تردید کے تائید کرتے ہیں۔ اس واقعہ پر انگریزی کی ایک ضرب المثل کا مطلب درج کر دینا لاحاصل نہ ہوگا۔ دو سیاہ چیزیں مل کر سفید چیز پیدا نہیں کر سکتیں اور دو غلطیاں مل کر درستی پیدا نہیں کر سکتی۔

(ج)..........اگر ڈائری اور تاریخ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء خود مرزا صاحب کے دست مبارک سے ہوتیں تو مجھے تاویل مذکورہ کے صحیح ماننے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا لیکن جبکہ مرید لوگ ڈائریاں تحریر کرتے تھے اور وہ ایسی لاپروائی اور بے احتیاطی سے چھپوائی جاتی تھیں تو محض چھاپہ شدہ تاریخ سے میں اس نوشت کے متعلق تاریخ قائم نہیں کر سکتا۔ خاصکر جبکہ خود ڈائریوں سے ظاہر ہے کہ یہ ڈائری ۵ یا ۱۶ اپریل کی بھی ہو سکتی ہے۔

(د)..........جبکہ وہ اشتہار جو کہ ۱۵ اپریل کا بیان کیا جاتا ہے بدر مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا جاتا ہے۔ اور ڈائری جو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ایک الہام کا بھی ذکر کرتی ہے اور جو اشتہار سے ایک دن پہلے کی بیان ہوتی ہے ۲۵ اپریل کے بدر کے انتظار میں رکھی جاتی ہے درحال یہ کہ ایسی ضروری ڈائری مورخہ ۱۸ اپریل میں بڑی آسانی سے چھپ سکتی تھی۔ تو ایسی صورت میں میں ڈائری کی تاریخ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء مقرر کرنے سے بالکل قاصر ہوں۔ خلاصہ یہ کہ بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا الہام اشتہار متنازعہ کے متعلق ہے۔

میں نے قاسم علی صاحب سے مزید تسلی کیلئے دریافت کیا کہ سوائے حقیقت الوحی یا بدر مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کے کوئی اور تحریر بھی ایسی جس پر کہ بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء والے الہام کا اطلاق کیا جائے۔ جس کا جواب انہوں نے صاف نفی میں دیا۔

حقیقت الوحی شائع ہی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو ہوتی ہے۔ یعنی بدر ۲۵ اپریل سے ۲۰ یوم بعد ایسی صورت میں الہام بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کا اطلاق حقیقت الوحی کی کسی تحریر پر نہیں ہو سکتا۔ خواہ تحریر کی چھاپہ شدہ تاریخ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء سے پہلے کی ہی کیوں نہ ہو۔ تاوقتیکہ ایسی تحریر مشتہر نہ کی جا چکی ہو جو کہ ثابت نہیں کیا گیا۔ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کی تحریر کا جو حوالہ دیا جاتا ہے وہ میں نے بعد میں پڑھی اور اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی دعا بر خلاف یا بحق مولوی ثناء اللہ نہیں کی گئی جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ الہام بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اس کے متعلق ہو۔ میں چاہتا تھا کہ میں تحریر بدر ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کو حرف بحرف

اس جگہ درج کرتا لیکن طوالت اور کمی وقت کے باعث ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن تحریر بدر ۴اپریل ۱۹۰۷ء کو میں اپنی اس رائے کا جزو قرار دیتا ہوں جو صاحب اس رائے کو کسی جگہ چھپائیں وہ براہ مہربانی تحریر مذکور بھی چھاپ دیں۔ (سردار صاحب کے حسب منشاء ۴اپریل کے بدر کی عبارت کا خلاصہ درج ذیل ہے۔)

"اس کتاب حقیقت الوحی کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کریں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر ہمارا یہ افتراء ہے تو "لعنة الله على الكاذبين." ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے۔ اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا افتراء ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو "لعنة الله على الكاذبين." اور اس کے ساتھ جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں۔ ان اشتہارات کو شائع ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فیصلہ کر کے دکھادے گا۔ (بدر[ا] ۴اپریل ۱۹۰۷ء ج ۶ نمبر ۱۴ص ۴)

یہ تحریر مباہلہ کے متعلق تھی جو مباہلہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے پیش کیا تھا۔ اس پر مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ مباہلہ کے متعلق ہم دعا کریں گے جو دعا نہیں کی گئی اور مباہلہ بروئے تحریر مورخہ بدر ۱۳جون ۱۹۰۷ء فسخ ہو گیا بلکہ مباہلہ کے فیصلہ کے لئے ایک اور طریق اختیار کیا گیا۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ مضمون یکالم ڈائری بدر مورخہ ۲۵اپریل ۱۹۰۷ء

---

[ا] منشی قاسم علی صاحب نے اپنے اخبار میں فیصلہ تو شائع کیا مگر بدر کی یہ تحریر درج نہیں کی حالانکہ انہی کی پیش کردہ تھی۔ (منیجر)

پورے اشتہار متنازعہ کے کسی اور تحریر کے متعلق نہیں ہے۔ الفاظ مشیت ایزدی مندرجہ تحریر بدر ۳ جون ۷ ۱۹۰ء پر بہت زور دیا گیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر تحریر مذکور میں صرف یہی الفاظ ہوتے ہیں تو ان الفاظ سے حکم خداوندی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ کیونکہ مشیت کے واسطے رضامندی باری تعالیٰ لازمی نہیں ہے۔ لیکن تحریر مذکور میں الفاظ ذیل ہیں :

"اس وقت مشیت ایزوی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجت اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔"

پس میں اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوں کہ تحریر بدر ۱۳ جون ۷ ۱۹۰ء منجانب حضرت مرزا صاحب تھی اور متعلق اشتہار متنازعہ تھی اور اس سے صاف ثابت ہے کہ اشتہار مذکور حکم خداوندی تھا ایک اور سوال جس پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خود اشتہار متنازعہ میں حکم خداوندی کی نفی کی ہے۔ اس بارہ میں اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ نفی محض اس وجہ سے عمل میں آئی کہ مرزا صاحب نے بعدالت ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع گورداسپور اقرار کیا تھا کہ میں آئندہ خاص قسم کی پیشگوئیاں جس میں ہلاکت کا سوال آوے نہیں کروں گا۔ اس واسطے پابندی احکام قانون دنیوی نفی مذکور کی گئی ہے۔ میر قاسم علی صاحب نے آج زبانی عذر کیا کہ وہ اقرار نامہ ............ صرف اس خاص مقدمہ کے متعلق تھا۔ لیکن میری رائے ناقص میں وہ اقرار نامہ عام تھا جیسا کہ اقرار نامہ اس بالکل صاف اور صریح الفاظ سے پایا جاتا ہے اقرار نامہ مذکور نہایت ضروری ہے اور میں بوجہ طوالت اس جگہ درج نہیں کر سکتا۔ وہ بھی اس رائے کا جزو تصور ہو گا۔

## خلاصہ اقرار نامہ مرزا صاحب جو باجلاس ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور دیا گیا

"میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو

ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہو گا۔" مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (مرزا غلام احمد بقلم خود)

پس میری رائے ناقص میں نفی مندرجہ اشتہار بالکل ناقابل وقعت ہے جبکہ تحریرات بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء و بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء سے خود مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں مشیت کا بالکل کافی اور تسلی بخش ثبوت ملتا ہے۔ پس آخر نتیجہ یہ ہے کہ حسب دعویٰ حضرت مرزا صاحب ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

امر دوم' امر اول کا بالکل حاصل ہے۔ جبکہ میں نے قرار دیا ہے کہ تحریر بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اشتہار متنازعہ کے متعلق تھی تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ الہام مندرجہ تحریر مذکور بھی اشتہار متنازعہ کی دعا کے متعلق تھا۔

جبکہ حقیقت الوحی کے ص ۱۸۷ و حاشیہ 'خزائن ج ۲۲ حاشیہ ص ۱۹۴ میں صاف درج ہے کہ ایک شخص احمد بیگ کے معیاد مقررہ کے اندر مر جانے سے مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی کہ :"اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر ایک بلا آنے والی ہے۔" جزوی طور پر پوری ہوئی۔ تو میں صاف اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے اس جہاں فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار خداوند تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار مرزا صاحب نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔ ملاحظہ ہو تحریر بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء بکالم ڈائری جو اس رائے کا جزو تصور ہو گا۔

فریقین نے اپنی اپنی بحث میں کئی ایک باتوں پر زور دیا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آیا مرزا صاحب کی کل دعائیں (سوائے شرکاء کے متعلق) قبول فرمانے کا خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن مجھے ان امور پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میری رائے ناقص میں مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار بارگاہ الٰہی سے منظور فرمائی گئی۔ اگرچہ میں اتنا درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ الہام مذکور کے لفظ بلفظ ترجمہ سے ہر گز یہ نتیجہ نہیں

نکل سکتا کہ وہ الہام محض مقدمہ کی دعاؤں کے متعلق ہے جو استثناء کی گئی ہے وہ صرف شرکاء کے متعلق ہے ورنہ وہ الہام کل دعاؤں کے متعلق ہے۔

اگرچہ میرے واسطے صرف ایک میر مجلس کیساتھ اتفاق رائے ظاہر کر دینا کافی تھا اور کسی وجہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن دونوں میر مجلس صاحبان نے اپنی اپنی رائے ہم مشورہ ہو کر نہیں لکھی۔ اس واسطے میں نے ان کی راؤں سے کوئی مدد نہیں لی۔ اور نہ ان کی رائیں پڑھی ہیں۔ صرف ان کا نتیجہ دیکھا ہے۔ نتیجہ سے جب ان کی مختلف رائیں معلوم ہوئیں تو میں نے ان کی وجوہات کو پڑھنا بالکل نامناسب سمجھا۔ خاص کر جب چوہدری فرزند علی صاحب لدھیانہ میں موجود نہیں تھے۔ اندریں صورت مجھے اپنے ناقص خیال کی تائید میں چند ایک دلیلیں دینے کی ضرورت پڑی۔ چونکہ میں عالم شخص نہیں ہوں اور نہ مجھے جیسا کہ میں نے پہلے درج کر دیا ہے۔ کتب اسلام سے واقفیت ہے۔ اگر میری کسی دلیل سے یا کسی تحریر سے کسی مسلمان صاحب کی ذرا بھی دل آزاری ہو تو میں نہایت ہی ادب سے معافی کا خواستگار ہوں۔ کیوں کہ میں نے ارادتاً ایسا نہیں کیا بلکہ قواعد مباحثہ کو مد نظر رکھ کر صرف فیصلہ فریقین کیلئے مجبوراً اظہار رائے کیا ہے۔ کیونکہ اگر میں گریز کرتا تو مجبوراً فریقین کو کسی اور ثالث کے تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی اور خواہ مخواہ تشویش میں پڑتے اور خرچہ وغیرہ کے زیر بار ہوتے۔

دستخط: سردار بچن سنگھ پلیڈر (بحروف انگریزی)

## رسالہ ہذا کا ضمیمہ مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب فاتح قادیاں کے قلم سے

۲۱ اپریل ۱۲ء کو مغرب کے وقت سردار صاحب موصوف نے فیصلہ دیا فوراً ہی تمام شہر میں یوں خبر مشہور ہوئی جیسے عید کے چاند کی۔ مسلمان ایک دوسرے کو مبارک، خیر مبارک کے نعرے سنتے اور سناتے، چھوٹے چھوٹے بچے گاڑیوں پر بیٹھ کر خوشی کے نعرے لگاتے یہاں تک کہ دس بجے شب کے حضرت میاں صاحب (مولانا محمد حسن خان صاحب

مرحوم) کے مکان کے وسیع احاطہ میں جلسہ ہوا۔ جس میں فیصلہ کا اظہار اور سرپنچ صاحب کے حق میں شکریہ اور دعا کا ریزولیشن بڑی خوشی سے حاضرین نے پاس کیا۔ اسی کے بعد مبلغ ۳۰۰ روپے کا انعام امین صاحب سے وصول کر کے صبح کو ڈاک پر روانہ امرتسر ہوئے۔ اسٹیشن پر احباب کا مجمع لگا تھا جنہوں نے نہایت مسرت و محبت کا اظہار کیا اور ایک جلوس کی معیت میں ہم اپنے مکان پر پہنچے۔ الحمد للہ!

شب کو احباب کی دعوت اور جلسہ ہوا جس میں مختصر کیفیت جلسہ کے بعد فیصلہ سنایا گیا اور سرپنچ صاحب کے تدبر و انصاف اور محنت و دیانت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے حق میں شکریہ اور دعا کا ریزولیشن پاس کیا گیا۔ الحمد للہ!

لطیفہ: ہم نے لکھا تھا کہ آپ (منشی قاسم علی صاحب) اپنے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب سے اجازت لے کر مباحثہ میں آویں۔ اس کے جواب میں منشی صاحب نے لکھا۔ ہم کو اپنی کامیابی و نصرت الٰہی کے مورد ہونے کی خاطر ایک دینی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کو ہم انشاء اللہ حاصل کر کے ہی لسانی و قلمی جہاد میں آپ کے سامنے آویں گے۔ (الحق ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴ کالم ۶)

ہمارے خیال میں حکیم صاحب چونکہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے بھی مرزا صاحب کی تائید میں یہی دعا کی ہوگی کہ خدا حق کو ظاہر کرے۔ یہی ان کو چاہئے تھا۔ اسی لئے حق ظاہر ہوا۔ پس جس طرح میں جناب مرزا صاحب کی قبولیت دعا کا قائل ہوں حکیم صاحب کی بابت بھی مقر ہوں کہ آپ کی دعا بھی قبول ہوئی اور ضرور قبول ہوئی۔ الحمد للہ! خدا نے آپ کی دعا سے حق کو ظاہر کر دیا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ آپ یا آپ کے دوست اس دعا کو نامقبول سمجھیں۔ جیسے مرزا صاحب کی دعا کو غیر مقبول کہتے ہیں۔ ایسا کہنے سے نہ ہمیں کچھ رنج ہے نہ جناب خلیفہ صاحب کو ہوگا اور نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ مرزائی لوگ جب جناب مرزا صاحب کی دعا مقبول نہیں جانتے۔ حکیم صاحب کی دعا

کو بھی مقبول نہ جانیں تو کیا شکایت ہے۔

**شکریہ** : خدا کے کاموں کے اسرار خدا ہی جانتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اور کوئی الہام تو جناب مرزا صاحب قادیانی کو خدا کی طرف سے ہو یا نہ ہو ۱۵ اپریل والی دعا اور اس کی قبولیت کا الہام تو ضرور خدا کی طرف سے ہوگا جس کا اثر خدا کو یہ دکھانا منظور تھا۔ جو دیکھا گیا۔

میرے دوست حیران ہیں کہ قادیانی جماعت کو عموماً اور منشی قاسم علی کو خصوصاً کیا خبط سمایا کہ انہوں نے اس مباحثہ پر ضد کی۔ میں اس کا جواب بھی یہی دیتا ہوں کہ واقعی یہ تحریک بھی خدائے قدیر کی طرف سے ان کے دل پر تھی۔ تاکہ فیصلہ اور بین ہو جائے۔ کیونکہ سابقہ صاف فیصلہ کو جو مرزا صاحب کی موت سے ہوا تھا۔ مرزا قادیانی کے مریدوں نے ناحق کی تاویلات سے مکدر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس لئے خدا نے اس کام کیلئے قادیانی مشن کے جوشیلے ممبر منشی قاسم علی صاحب کو منتخب فرمایا اور ان کے ساتھ اور قادیانی دوستوں کو شریک کیا۔ الحمدللہ!

اس لئے اصل شکریہ تو خدا تعالیٰ کا ہے جس نے حق وباطل میں فرق کر دیا۔ اس کے سوا لدھیانہ کی اسلامی پبلک عموماً شکریہ کی مستحق ہے جن کی مخلصانہ دعائیں ہمارے شریک بلکہ معین حال تھیں۔ خصوصاً ہمارے مکرم مولانا محمد حسن صاحب وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی لدھیانہ (رحمتہ اللہ علیہ) اور ان کے اعزہ جناب بابو عبدالرحیم صاحب بابو عبدالفتاح صاحب بابو عبدالحی شیخ اسین الدین مع برادران، منشی محمد حسن میونسپل کمشنر مسٹر یسٰین شاہ، مولوی ولی محمد، قاضی فضل احمد صاحبان کا شکریہ ہے۔ جنہوں نے اس کام میں ہمیں امور مشکلہ میں مشورہ سے مدد دی۔

یہاں نور بخش ٹیلر ماسٹر بھی شکریہ کے مستحق ہیں جو باوجود مرزا صاحب کے معتقد ہونے کے وقتاً فوقتاً مشوروں سے امداد دیتے رہے۔ سب کے لئے دعا ہے۔ جزا هم الله خير الجزاء!

**یہودیانہ خصلت**: حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام صحابی جو یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ بعد قبول اسلام عبداللہ بن سلام نے کہا حضور ﷺ یہودیوں کی قوم بہتان لگانے والی ہے۔ آپ ﷺ ان سے دریافت فرمالیں کہ میری نسبت ان کی کیا رائے ہے۔ عبداللہ مکان میں چھپ گئے۔ آنحضرت علیہ السلام نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا۔ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا ہے؟ سب نے کہا: ”خیر ناوابن خیر نا اعلمنا و ابن اعلمنا۔“ (ہم سب سے اچھا اور اچھے کا بیٹا۔ ہم سب سے بڑے علم والا اور بڑے علم والے کا بیٹا) اتنے میں عبداللہ اندر سے نکل آئے۔ نکل کر کہا: ”لا الہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔“ یہودیوں نے ذرہ شرم نہ کی سنتے ہی فوراً کہا: ”شرناوابن شرنا۔“ (ہم میں برا اور برے کا بیٹا) سیر الاعلام لذہبی ج ۲ ص ۴۱۵

یہی حال ہمارے مناظر منشی قاسم علی اور ان کی پارٹی کا ہے ہم نے کئی ایک معززین کے نام سرپنچی کے لئے پیش کئے۔ جن میں ایک نام سردار بچن سنگھ صاحب کا بھی تھا۔ منشی صاحب نے لدھیانوی دوستوں کے مشورہ سے سردار صاحب کو دیانتدار جان کر منتخب کیا اپنا سردار بنایا۔ تمام باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دی مگر جب انہوں نے واقعات کی بنا پر ان کے خلاف منشاء فیصلہ دیا۔ تو جس منہ سے خیر نا کہا تھا اسی منہ سے شرنا کہتے ہوئے ذرہ نہ جھجھکے۔ دو اشتہار اور ایک اخبار ان کی طرف سے فیصلہ مباحثہ کے بعد متصل ہی نکلے۔ جن کے مضامین تو کیا عنوان بھی ایسے ناشائستہ الفاظ دلخراش ہیں کہ کسی شریف آدمی کے قلم سے نہیں نکل سکتے۔ ایک اشتہار منشی قاسم علی کے اپنے قلم کا انہی کے نام پر نکلا ہے جس کا نام لدھیانہ میں سکھا شاہی فیصلہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایک شخص کو اپنا سردار بنایا جائے۔ اپنا تمام فیصلہ ان کے سپرد کیا جائے۔ سیاہ و سفید کا مختیار بنایا جائے؟۔ مگر جب فیصلہ اپنی مرضی کے خلاف ہو تو اسی اپنے سردار کو اپنے حاکم کو بے نقط سنائیں۔ اس سے شرم کا اور

زیادہ مقام کیا ہوگا؟۔ سردار صاحب نے اپنی معمولی کسر نفسی سے یہ لکھ دیا کہ میں علم عربی سے ناواقف ہوں۔ اسلامی کتابوں سے بے خبر ہوں وغیرہ جو کہ راست باز کیلئے بالکل موزوں ہے۔ فریق ثانی نے بس اسی کو اپنی سند بنالیا کہ جو شخص ایسا ناواقف ہے۔ اس کا فیصلہ ہی کیا؟۔ سچ ہے :

خوئے بدرا بہانہ بسیار

مگر اہل دانش کے نزدیک انکو ایسا کہتے ہوئے بھی خود ہی شرم کرنی چاہیئے تھی۔ کیوں کہ بوقت انتخاب سرپنچ کے ان کو چاہیئے تھا کہ سردار صاحب کا علم عربی اور کتب تفسیر اور احادیث میں امتحان لے لیتے۔ کیا وہ اپنے ایمان اور دیانت سے کہہ سکتے ہیں کہ سردار صاحب کی سرپنچی بوجہ اس کے تھی کہ وہ عربی زبان کے ایک پروفیسر ہیں یا جامع ازہر (مصر) کے محدث بحث کے نشیب و فراز کو جاننے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے فریق ثانی کو جب رقعہ لکھا کہ :

"ثالث کی بابت میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے جو مذہبی خیال کا ہو۔ الہامی نوشتوں کی اصطلاح سے واقف اور اس کے ساتھ دیانت دار بھی ہو۔ اس لئے میں پادری صاحب کو پیش کرتا ہوں (پادری ڈیری صاحب) امید ہے آپ کو بھی اوصاف کے لحاظ سے صاحب موصوف کا تقرر منظور ہوگا۔"

تو اس کے جواب میں منشی قاسم صاحب نے جو تحریربھیجی وہ درج ذیل ہے :

"بجواب آپ کے رقعہ نمبر ۳ مورخہ امروزہ کے گذارش ہے کہ جب شرط مرقومہ آنجناب (غیر مسلم ثالث ہونا چاہیئے) ہم نے غیر مسلم ثالث جس کو ہمارے خیال میں مقدمات کے سمجھنے اور فریقین کے بیانات کا اندازہ کر کے فیصلہ کرنیکی پوری قابلیت ہے پیش کیا ہے شرط مذکورہ میں یہ درج نہیں کہ الہامی نوشتوں سے واقف یا ناواقف ہونا چاہیئے۔ بلکہ غیر مسلم کی شرط ہے۔"

ناظرین! خدارا انصاف کیجئے میں نے پہلے ہی یہ نہ کہا تھا؟ کہ کسی ایسے سرپنچ کو

منتخب کیجئے جو غیر مسلم ہونے کے ساتھ الہامی نوشتوں کی اصطلاحات سے واقف ہو۔ اس شرط کو ہمارے مخاطب نے کیسی حقارت سے ناپسند کیا۔

کیا یہ وصف (کہ مقدمات میں فریقین کا بیان سنکر فیصلہ دے سکیں) سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ ایڈووکیٹ نہیں ہیں ؟ نہیں ہیں تو آپ نے ان کا انتخاب کیوں کیا؟ کیا سردار صاحب کا نام ہم نے مقرر کیا تھا؟ سنئے آپ ہی کے ایک رقعہ کے چند فقرات ذیل میں درج ہیں۔ جن میں سردار صاحب کے تقرر کا فیصلہ بھی ملتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ :

"چونکہ ماسٹر نور بخش (احمدی) کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ سردار بچن سنگھ صاحب پلیڈر کا تقرر بطور ثالث پسند کرتے ہیں اور ان کا نام آپ کے رقعہ نمبر ۵ میں پیش کیا گیا ہے۔ سو ہم بھی سردار صاحب موصوف کے تقرر پر رضامند ہیں۔"

اس رقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نے کئی [1] ایک اہل علم اور اہل دیانت کے نام پیش کئے تھے۔ جن میں سب حسب مشورہ میاں نور بخش صاحب ٹیلر ماسٹر (جو مرزا صاحب کے راسخ معتقد ہیں۔)

آپ نے سردار بچن سنگھ صاحب کو منظور کیا یہ جو لکھا کہ ماسٹر نور بخش صاحب نے کہا کہ آپ سردار صاحب کو پسند کرتے ہیں۔ اس کی صورت بھی یہی تھی کہ ماسٹر صاحب نے ہمارے سامنے دو تین آدمیوں کے نام لئے جن میں سردار صاحب بھی تھے۔ ہم نے سب کی منظوری بیک زبان دیدی کہ ہمیں سب منظور ہیں مگر ماسٹر صاحب کا رحجان کسی وجہ سے سردار صاحب کی طرف تھا۔ اسی لئے انہوں نے آپ کو یہی مشورہ دیا۔ بہر حال آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے سردار صاحب کا پہلے امتحان نہ لے لیا۔ لیتے بھی کیسے جبکہ ہم کو آپ خود ہی لکھ چکے تھے کہ ثالث میں اتنی لیاقت ہونی چاہیئے کہ فریقین کی تقریریں سن کر

---

[1] منشی قاسم علی صاحب نے بھی اپنے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے ایک پادری و ہندو اور ایک سکھ کو پیش کیا۔ (منیجر)

بطریق مقدمات فیصلہ کر سکے۔بات بھی واقعی یہ ہے کہ قادیانی مباحث خصوصاًاس مباحثہ کا فیصلہ عربی دانی یا قرآن فہمی پر موقوف نہیں بلکہ واقعات کی تنقیح کرنے پر ہے۔اچھا ہم پوچھتے ہیں کہ سردار صاحب تو عربی نہیں جانتے مگر آپ کے مسلمہ مقبولہ منصف منشی فرزند علی صاحب عربی میں کتنی کچھ قابلیت رکھتے ہیں ؟۔ذرہ ان کی ڈگری تو بتلادیں بہر حال بعد منظور سرپنچ کے نہیں بلکہ اس کا فیصلہ اپنے خلاف سننے کے بعد یہ عذر کرنا جو قادیانی فریق نے کیاہے اور سرپنچ مقرر کردہ کو پہلے اپنا سردار مان کر فیصلہ اپنے حق میں نہ ہونے کے باعث بعد میں اسے برابھلا کہنااور اس کو غیر مہذب الفاظ سے یاد کرنا حدیث مرقوم (جس میں عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے پر یہودیوں کاان کا ہجو کرنا مذکور ہے) کی پوری تصدیق کرتا ہے۔ فریق ثانی نے اسی قسم کے اور بھی عذر لنگ کئے ہیں جو ان کی بے بسی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاًانکا یہ کہنا کہ جلسہ میں مباحثہ کیوقت فلاں رئیس یافلاں وکیل یافلاں پولیس افسر جو آیا تو وہ بھی اسی لئے آیا کہ سرپنچ پر اثر ڈالے۔افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر۔زیادہ افسوس یہ ہے کہ ان کو الہام بھی ہوتا ہے توبعد از وقت۔پہلے ہوا تو شرائط میں یہ بھی داخل کرتے کہ جلسہ مباحثہ میں کوئی ذی وجاہت شخص نہ آنے پائے بلکہ جلسہ کیا ہوااچھاخاصہ شہدوں کاایک مجمع ہو۔(شیم)

## تعجب پر تعجب

واقعہ یہ کہ قادیانی مناظر نے سرپنچ کی ذات اور ان کے فیصلہ کی نسبت بہت سخت توہینی فقرات جھاڑے ہیں۔اسقدر تعجب انگیز نہیں جس قدر یہ تعجب خیز ہے کہ ملک کے عام پریس نے اس خبر کو مختصر اور مطول نوٹوں کے ساتھ شائع کیا مگر قادیانی پریس ایسا خاموش رہاکہ معمولی خبر تک بھی درج نہیں کی۔بلکہ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند کیا۔اس خاموشی سے ان کا یہ مقصد ہے کہ اس شکست کی شہرت نہ ہو یاکم از کم قادیانی اخباروں کے ناظرین تک یہ خبر وحشت اثر نہ پہنچ جائے۔اس لئے وہ یاد رکھیں کہ وہ اس منصوبے میں کام

یاب نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے۔

اہالی قادیان اور قادیان کے خلیفہ صاحب کی گفتگو اور خفگی جو اس بارے میں ہوئی اس کا ہمیں خوب علم ہے ہمیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ وہ جانیں اور ان کے مرید :

محتسب را درون خانه چه کار

معمولی تحریری مقابلوں سے قطع نظر خدا نے چار دفعہ مجھے قادیان پر فتح عظیم بخشی الحمدللہ! اسی لئے میرا لقب فاتح قادیان پبلک نے مشہور کر دیا۔ تفصیل درج ہے :

## مجھے فاتح قادیاں کا لقب کیوں زیبا ہے

(اول)......... اس لئے کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے ص ۲۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۲ پر بغرض مباحثہ مجھے قادیان آنے کی دعوت دی اور اسی کتاب کے ص ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۸ پر لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے ساتھ مباحثہ کرنے کیلئے قادیان نہیں آئے گا۔ مگر میں بلائے بے درماں کی طرح ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء کو قادیاں پر حملہ آور ہوا تو مرزا صاحب مقابلہ میں نہ آئے اور عذر کیا کہ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ مباحثہ نہیں کروں گا۔ (کہاں کیا؟ یہ پتہ نہیں) ایک فتح۔

تفصیل کیلئے ”رسالہ الہامات مرزا“ ملاحظہ ہو۔ (جو احتساب ہذا میں موجود ہے۔ فقیر)

(دوم)......... اس کے بعد جناب ممدوح نے میری موت کا اشتہار دیا اور میرے خود بدولت دوسری فتح۔

(سوم)......... ریاست رام پور صانها الله عن الشرور میں ہز ائنس حضور نواب صاحب کے سامنے مباحثہ ہوا اور اس مباحثہ میں قادیانی جماعت کے تمام برگزیدہ اصحاب شریک تھے مگر تین روز کے مقابلے کے بعد ایسے بھاگے کہ شہر رام پور کو پھر کر بھی نہیں دیکھا۔ بلکہ بزبان حال یہ کہتے ہیں :

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

اس فتح کا ثبوت ہانس نواب صاحب کا سرٹیفکیٹ موجود ہے۔ جو درج ذیل ہے:

## حضور نواب صاحب رام پور کا سرٹیفکیٹ

رام پور میں قادیانی صاحبان سے مناظرہ کے وقت مولوی ابو الوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔

دستخط: خاص حضور نواب صاحب بہادر محمد حامد علی خاں

(چہارم)......... چوتھی فتح یہ ہوئی جو باب لدھیانہ میں قتل دجال سے خدا نے دی۔ یہ ہیں چار فتوحات بینہ جن کی وجہ سے خیر خواہان اسلام مجھ کو فاتح قادیان کہتے ہیں۔ الحمد للہ! خاکسار ابو الوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل) امرتسر